سوال اور گداگری سے کراہت

سوال اور گداگری انسانی کردار کے لیے بے حد مضر ہے۔ اس سے احساس خودداری رفتہ رفتہ ماؤف ہوجاتا ہے۔ انسان تن آسان بن جاتا ہے۔ غیرت وحمیت کا آئینہ بے طرح مکدر ہوجاتا ہے۔ محنت ومشقت سے کسب حلال کے بجائے عجز والحاح سے مانگنے کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسے لوگوں میں عزائم امور کے لیے کوئی تڑپ اور کوئی والہیت باقی نہیں رہتی۔ جس قوم کے افراد عزائم امور کی لذت سے ناآشنا ہوجائیں، سمجھ لینا چاہیے کہ وہ بامقصد زندگی کی لذت وصورت سے محروم ہوگئی۔

معذور یا واقعی ضرورت مند افراد کا معاملہ الگ ہے لیکن جو لوگ گداگری کو پیشہ بنالیتے ہیں، وہ پورے معاشرے کے لیے باعث ننگ وعار بن جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے گداگری کے انسداد پر بھی خاص توجہ فرمائی۔

ایک مرتبہ ایک انصاری نے سوال کیا۔ فرمایا: تمہارے پاس کچھ ہے۔ ایک بچھونے اور پیالے کا ذکر کیا۔ آپ نے دونوں چیزیں منگوائیں اور دو درم میں فروخت کردیں۔ پھر فرمایا، ایک درم سے گھر میں کھانے کی جنس دے آؤ، دوسری سے رسّی وغیرہ خرید کر جنگل میں نکل جاؤ اور لکڑیاں لاکر بیچو۔ پندرہ روز کے بعد وہ انصاری آئے تو ان کے پاس دس درم تھے۔ کچھ کپڑا اور غلہ خریدا اور اسی طرح ایک بے کار آدمی معاشرے کا نہایت فعال رکن بن گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ اچھا ہے یا یہ کہ اپنے چہرے پر گدائی کا داغ لگا کر روزِ قیامت حاضر ہوتے؟

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اگر تم میں سے کوئی رسی لے کر جائے اور لکڑیوں کا گٹھا پشت پر اٹھا کر لائے اور فروخت کرے اور یوں اللہ اس کی آبرو بچائے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے، وہ اسے دیں یا نہ دیں (**بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ**) حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مانگا۔ آپ نے دے دیا۔ پھر مانگا، پھر دے دیا اور فرمایا: حکیم! یہ مال ہرا بھرا اور میٹھا ہے جو اسے سخاوت نفس کے ساتھ لے گا، اسے برکت ہوگی۔ جو نفس کی طمع سے لے گا، اسے برکت نہ ہوگی۔ اس کی کیفیت اس شخص کی سی ہوگی جو کھاتا جاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ **الید العلیا خیر من السفلی** (اونچا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے) حکیمؓ نے پھر عمر بھر کسی سے کچھ نہ مانگا۔ (**بخاری کتاب الزکاۃ باب الاستعفاف من المسئلہ**)

(رسول رحمت، امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ ص ۶۸۹-۶۹۰)

درس حدیث

عیب جوئی حرام ہے

محمد اظہر مدنی

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: صعد رسول الله صلى ا لله عليه وسلم المنبر فنادى بصوت رفيع فقال: يا معشر من اسلم بلسانه ولم يفض الايمان الى قلبه، لا تؤذوا المسلمين ولا تعيروهم ولا تتبعوا عوراتهم، فانه من تتبع عورة أخيه المسلم تتبع الله عورته، ومن نتبع الله عورته يفضحه ولو في جوف رحله (سنن الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور بآواز بلند لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! جو اپنی زبان سے اسلام لائے ہو اور ایمان ابھی جن کے دلوں تک نہیں پہنچا ہے، مسلمانوں کو تکلیف نہ دو اور انہیں عار نہ دلاؤ اور نہ ہی ان کے عیبوں کو ڈھونڈھو اس لئے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا عیب ڈھونڈھے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو ڈھونڈھے گا اور جس کے عیب کو اللہ تعالیٰ ڈھونڈھے گا اس کو ذلیل کردے گا اگر چہ وہ اپنے مکان ہی میں کیوں نہ ہو۔

تشریح: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک ایک انسان کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ اس لئے کسی بھی انسان کی جان، مال، عقل یا عزت وآبرو سے چھیڑ چھاڑ کرنا حرام ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے **وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِىۡۤ اٰدَمَ وَحَمَلۡنٰهُمۡ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰى كَثِيۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِيۡلًا** یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں، اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انھیں فضیلت عطا فرمائی۔

کسی بھی انسان کو تکلیف وایذاء پہنچانے والی برائیوں میں سے ایک برائی اس کی عیب چینی ہے۔ جبکہ شریعت اسلامیہ نے پردہ پوشی اور کسی کے عیب چھپانے کی بڑی اہمیت وفضیلت بیان کی ہے۔ مسلم شریف کی ایک حدیث جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی دنیا میں کسی بندے کا عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کے عیب پر پردہ ڈال دے گا۔ کون ایسا انسان ہے جس کا یہ دعوی ہو کہ اس کے اندر عیب نہیں ہے۔ وہ عیبوں سے پاک وصاف ہے۔ آپ کو کوئی بھی نہیں ملے گا بلکہ ہر انسان کے اندر کوئی نہ کوئی عیب ضرور پایا جاتا ہے۔ اس عیب کو چھپانا، اس کی ستر پوشی کرنا ہم پر واجب ہے۔ لیکن آج اس کے برخلاف لوگ ایک دوسرے کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، اس کی ٹوہ میں لگ جاتے ہیں۔ عیبوں کو تلاش کرنے میں نہ جانے اللہ کے کن کن حدود کو پھلانگ جاتے ہیں جس کا ان کو احساس بھی نہیں ہوتا۔ دوسرے کے عیوب تلاش کرنے میں نہ جانے خود کن کن برائیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں، گناہوں کے دلدل میں پھنستے چلے جاتے ہیں اور یہ مرض جس شخص یا جس سماج ومعاشرہ میں عام ہو جائے، اس سماج کے لوگ کبھی بھی چین وسکون سے نہیں رہ سکتے اور نہ دوسروں کو رہنے دے سکتے۔ اس کے بہت سارے مضر اثرات ہیں اسی لئے شریعت اسلامیہ نے اس کو حرام قرار دیا ہے اور ستر پوشی کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے بلکہ یہی نہیں نبی کریم ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ جو شخص کسی کے عیب پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب پر پردہ ڈال دے گا اور جو اس قبیح اور مذموم عمل میں ملوث ہوگا اللہ تعالی بروز قیامت اس کو اس قبیح اور مذموم عمل میں مبتلا فرمادے گا۔ اور یہ عیب جوئی اس کو جہنم میں لے جانے کا سبب بن جائے گی۔ سورہ الہمزہ میں اس کی بربادی، خرابی اور ہلاکت کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو۔ جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا ہرگز نہیں یہ تو ضرور توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا اور تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا ہوگی؟ وہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہوگی۔ جو دلوں پر چڑھتی جائے گی۔ اور ان پر بڑے بڑے ستونوں میں ہر طرف سے بند کی ہوئی ہوگی۔

مسلمانوں کے عیوب کو ظاہر کرنا بدترین عمل ہے۔ سفر معراج کے موقع رسول اللہ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل امین سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کی آبروریزی اور ان کا گوشت کھایا کرتے تھے یعنی ان کے عیوب کو کھوج کھوج کر لوگوں کے سامنے بیان کرتے تھے اس سے اس کی سنگینی کا پتہ چلتا ہے کہ یہ کتنا بدترین عمل ہے۔ ہم تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالی اس برائی سے محفوظ فرمادے جس کی ہلاکتیں اور سنگینیاں اتنی ہیں کہ بروز قیامت خود اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے پیچھے پڑ جائے گا اور اس کو ذلیل ورسوا کردے گا اور جس کے پیچھے اللہ تعالی خود پڑ جائے اس کو کون بچا سکتا ہے۔ مولائے کریم کسی بھی مسلمان کی تذلیل وتحقیر کرنے، اس کے عیوب کو برملا بیان کرنے اور عزت وحرمت کی پامالی، عیب جوئی، طعنہ زنی، برا بھلا کہنا، توہین کرنا وغیرہ سنگین برائیوں سے محفوظ فرمانے کے ساتھ ساتھ توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین وصلی اللہ علی نبینا محمد ﷺ ☆☆

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
سونے سے متعلق آپ ﷺ کی صحیح سنتیں	۷
امن عالم کے قیام کے اہم عناصر	۱۲
فلاح دنیا وآخرت	۱۶
مغربیت کے مقابلے میں اسلامی شخصیت کی تعمیر	۱۹
عصری تعلیمی ادارے اور ہماری ذمہ داریاں	۲۲
امت کی بقاء وفنا کی بنیاد	۲۷
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۳۰
جماعتی خبریں	۳۱

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ———— ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ———— ۷/روپے
پاکستان ———— ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

صبغۃ اللہ

اللہ کا رنگ سب سے بہتر رنگ ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر بالکل صاف اور واضح طور پر بیان فرمادیا ہے کہ دین اسلام کیا ہے؟ اس کے مقدسات وشعائر کیا ہیں؟ قبلہ اور مسجد اول کون ہے اور اس کی عظمت وفضیلت اور اہمیت کیا ہے؟ اس کے برگزیدہ بندے کون کون سے ہیں اور خصوصاً انبیاء علیہم السلام کون کون ہیں اور ان کا مرتبہ ومقام کیا ہے؟ انہوں نے اللہ کے حکم کی بجاآوری اور رضامندی کے لئے کون کون سے کارنامے انجام دیئے اور وہ حسن خاتمہ کے ساتھ امت، انسانیت اور نسل انسانی کے لئے کون کون سی مفید باتیں اور بہترین نصیحتیں کرکے گئے؟ خود اس سلسلۃ الذہب کی آخری سنہری اور پیاری کڑی، عزت مآب وفضیلت خطاب، سب میں عالم تاب وماہتاب، سید ولد آدم، خاتم النبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تعلیمات عالیہ اور ارشادات گرامی امت اور انسانیت کے لئے فرمائے اور اسوۂ حسنہ چھوڑے؟ اور آپ کے حقیقی جانشین، خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام نے کس طرح کے نقوش قدم اپنے پیچھے چھوڑے ہیں؟ جن پر چل کر اسلام کی صحیح اور حقیقی تعمیر وترقی اور سربلندی کا چرچا چہار دانگ عالم میں عام ہوا اور دنیا اپنی تمام تر پسماندگی، عاجزی، درماندگی، ذلت ونکبت اور پستی وانحطاط کے بعد پھر بام عروج پر فائز ہوئی اور پھر انہی کا قول وکردار اور یقین وایمان معیار وکسوٹی قرار پایا، جسے قرآن کریم نے ساری انسانیت کے لئے نمونہ اور اسوہ قرار دیا اور اسی رنگ کو الٰہی رنگ ٹھہرا کر سب کو اس صبغۃ اللہ میں رنگ جانے کی تلقین وتائید فرمائی۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ (البقرہ:۱۳۷) ''اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ سے اچھا رنگ کس کا ہوگا؟ اور ہم تو اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔'' گویا دنیا کے لئے دورنگی چھوڑ کر ایک رنگ میں رنگ جانے کی تلقین وتاکید کی جارہی ہے، اس کے علاوہ کسی اور قسم کی گنجائش اور چارہ نہیں ہے۔ اس لیے اس سے پہلے بھی یہ حکم ہوا کہ:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ

الْـعَـلِـیْـمُ (البــقــــرہ:۱۳۶) ’’اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں، اور اگر منہ موڑیں تو خلاف میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا۔ اور وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔‘‘

کیا آپ جانتے ہیں کہ یہاں جن کے ایمان اور اسلام کو نمونہ قرار دیا جارہا ہے اور جن کے اللہ کے رنگ میں رنگ جانے کی بات کہی جارہی ہے وہ کون تھے؟ کبھی تو ان کا حال یہ تھا کہ دینی اعتبار سے ان سب کے من پسند معبود الگ الگ تھے، سب کے سیاسی قائد ورہنما الگ الگ تھے، ان کے معاشی طور طریقے الگ الگ تھے، کوئی لوٹ میں، کوئی استحصال میں، کوئی غصب وسلب ونہب میں، کوئی جوا وقمار میں، کوئی سود وشراب میں اور کوئی حرام ومردار میں، تو کوئی سرقہ وخیانت میں اور ظلم وطغیان میں، کوئی نجش واحتکار میں ،کوئی بلیک میلنگ وبیع غرر میں اور کوئی بیع باطل اور فاسد میں مبتلا تھا۔ سیاست کی چالیں بھی الگ الگ تھیں۔ کہیں ظلم وزیادتی تو کہیں دھونس اور دھاندلی، کہیں نفاق وشقاق تو کہیں نرم پالیسی اور کہیں گرم پالیسی۔ کوئی خاندانی، کوئی کنبہ قبائلی تو کوئی علاقائی تو کوئی جغرافیائی، کوئی نسلی وقومی تو کوئی مسلکی ومذہبی غرض ہر خطہ اور قبیلہ اپنے رنگ میں سیاسی بساط بچھائے بیٹھا تھا۔ رسوم ورواج اور تقلید وروایات بھی نرالے اور جداگانہ تھے۔ نخوت وغرور، فخر ومباہات اور جشن وطرب کے بھی عجیب وغریب مظاہر تھے۔ غرضیکہ ہر معاملے میں ہر آدمی اور ہر قبیلہ ایک الگ رنگ ڈھنگ رکھتا تھا۔ پھر دین اسلام کے ذریعہ قرآن وحدیث اور اللہ ورسول کی تعلیمات پر گامزن ہوکر سب ایک رنگ صبغۃ اللہ میں رنگ گئے۔ آج ان بتان رنگ وبو کو پھر سے اسی طرح مٹا کر ملت واحدہ میں ضم وگم ہوجانے کی ضرورت ہے۔

رسول مکرم اور نبی محترم ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان وعقیدہ اور قول وفعل کو معیار وعیار ٹھہرادینے کے بعد مزید تاکید وتنبیہ کی گئی کہ اگر اس سب کے باوجود کوئی اس سے منہ موڑتا ہے اور کسی اور کی روش انھیں بھاتی ہے تو نفاق وشقاق اور اختلاف وبے راہ روی کی اس سے بدترین مثال اور کیا ہوسکتی ہے؟ مزید تنبیہ یہ بھی کی گئی کہ ان کج ادائیوں اور مخالفتوں کی وجہ سے اہل ایمان اور ان کے سرداروں کا یہ لوگ کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے۔ بس اللہ تعالیٰ ایسے اللہ والوں کے لئے کافی ووافی ہے اور کیا اللہ تعالیٰ ان کے ان کرتوتوں، سازشوں، نفاق وشقاق اور بددیانتی کو دیکھ اور سن نہیں رہا ہے؟ اور کونسی ان کی بات ہے جو اس سے پوشیدہ اور اوجھل ہے؟ اور اس طرح اللہ جل شانہ نے اپنے رنگ میں امت مسلمہ کو رنگنے کی تلقین وتنبیہ کے ساتھ ساتھ رول ماڈل بھی بتادیا کہ اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے لوگ کیسے ہوتے ہیں اور ان کی کیا مواصفات ہیں؟ اس لیے ضروری ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طور طریقہ، عقیدہ ومنہج اور اسوہ کو تلاش کرکے اس کی روشنی میں خود کو ڈھالا جائے اور اس کی پیروی کی جائے۔ اس رنگ میں رنگ کر اور توحید باری تعالیٰ کو اپنا شعار بنا کر ماسوا اللہ سے رشتہ توڑ لیا جائے، سارے رشتوں اور ناطوں کو اس پر قربان کردیا جائے، اور جس طرح وہ سب کا ہے، سب کے لئے ہے اور سب اس کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہیں، اسی طرح سب اسی کا ہوکر رہیں، اسی کا کھائیں اور اسی کا گائیں، ذاتی جماعتی، قومی، ملی ودینی، جنسی، لونی، رنگ ونسل اور اونچ نیچ، کالے وگورے اور بھورے وبھینگے کا بھید وبھاؤ مٹا کر اور بتان رنگ وبو کو توڑ کر ملت واحدہ میں گم اور صبغۂ واحدہ میں مصبوغ ہوجائیں۔ کیا یہ رنگ توحید ہر بندے پر چڑھا ہوا نہیں ہونا چاہیے کہ وہی وحدہ لاشریک لہ ہے اور ہم صرف اسی کے بندے ہیں؟ کیا وہی اکیلے آقا ومولیٰ نہیں ہے جس کے ہم غلام ہیں؟ کیا وہی مہربان نہایت رحم والا نہیں جس کی رحمتوں کا ہی ہمیں آسرا اور رجاء وامید ہو؟ کیا صرف اس کے چاہنے سے ہی ہمارا وجود اور حرکت وسکون قائم نہیں ہے؟ تو پھر ہم دوسروں کے لئے کیوں حرکت ونشاط اور ذوق ووجد رکھتے ہیں۔ جب سارے اذواق ووجدان کا خالق ومالک وہی ٹھہرا تو پھر ہمیں ان سب کو دوسروں کے لئے صرف وحرف اور سرو کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا کائنات کے ذرے ذرے میں اُسی کے حکم کی کارفرمائی نہیں ہے۔ وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (البقرہ:۱۱۷) سے لے کر وَاِلَی اللّٰـهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (الـحج:۷۶) اور اَنَّـکُـمْ اِلَیْـهِ تُحْشَرُوْنَ (البـقـرہ:۲۰۳) کا امر واقعہ اور حقیقت ناصعہ اور اِنِ الْـحُـکْـمُ اِلَّا لِلّٰـهِ (الانـعـام:۵۷) اور لِلّٰـهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ (الروم:۴) کے یقینیات وبدیہیات اس امر کو موکد وموثق نہیں کردیتے کہ دین وشریعت اور احکام ومسائل اسی کے نافذ کئے جائیں۔ شخصی اور پرسنل، جماعتی وخاندانی، قومی وبین الاقوامی اور ملکی ووطنی ہر سطح پر اسی کی ہو سرکار خدمت کے لائق، لگائیں تو لو اپنی اس سے لگائیں۔ سدا اس کی حمد وثنا ہی کو گائیں کیونکہ مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی، نہیں اس کے آگے کسی کی بڑائی۔ اور یوں چھوڑ دیں سب لڑائی

بھڑائی، محبت ومروت کی ہو کارفرمائی، چھٹے ساری دنیا سے نفرت کی کائی، کہ ہوجائے ہر انسان انساں کا بھائی۔ نہ رہ جائے آپس میں ادنی لڑائی، نہ برداشت ہو ایک پل کی جدائی، بدل جائے رحمت سے دل کی سیاہی، سبھی مل کے پاٹیں خلیجوں کو پیہم کہ پٹ جائے نفرت کی ہر ایک کھائی۔ سدا دور دورہ ہو مہر ووفا کا کہ ظلم وجفا سے ملے رستگاری، یہ دہشت کی ماری ہوئی ساری دنیا، نہ باقی ہے ایوان بالا، مشرق نہ مغرب نہ کھاڑی اور یہی وہ صبغۃ اللہ تھا جو ہمارے اسلاف پر بہر طور چڑھا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ساتھیوں صحابہ کرام کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ کے باغیوں کے لئے سخت، بزم یاراں میں بریشم کی طرح نرم، رکوع وسجود کے رسیا اور خوشنودی رب کے جویا تھے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (الفتح: ۲۹) ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں تو انھیں دیکھے گا کہ رکوع وسجدے کررہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں ہیں ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہوگیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہوگیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑھائے۔ ان ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور بہت بہت ثواب کا وعدہ کیا ہے۔''

محمد رسول اللہ ﷺ کا اصلی وحقیقی وصف رحمۃ للعالمین ہونا ہی تمام اوصاف پر بھاری اور جامع کمالات خلائق ہے۔ اور تخلقوا باخلاق الله، وصبغة الله ومن احسن من الله صبغة کا حقیقی سزاوار ہے۔ مگر یہ رحمت بے کراں اور مہربانی بے پایاں اشداء علی الکفار کی شکل میں بھی کبھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ نیز یہ کسوٹی ہے کہ جہاں حق وباطل اور کفر اور اسلام کا مقابلہ وموازنہ نہ ہو تو ایمان ہی ایمان ان صحابہ کرام کا شیوہ ٹھہرتا ہے اور کفر سے بیزاری اور برسرپیکاری ہی وظیفہ قرار پائے گا۔ اسی لئے صحابہ سے محبت کرنے والے ان کے ایمان کو اپنی کسوٹی ٹھہرانے والے اہل ایمان کا ساتھ دیتے ہیں اور صحابہ سے دشمنی رکھنے والے اور ہمیشہ مومنین کے ساتھ کدر رکھتے ہیں اور دشمنان ایمان ومومنین سے درپردہ ہمیشہ تعلق خاطر اور سانٹھ گانٹھ رکھتے ہیں۔ اس سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ اللہ جل شانہ کا ٹھہرایا ہوا معیار ہے۔ امت مسلمہ اگر اپنی، ساری دنیا اور پوری انسانیت کی ادنی خیر چاہتی ہے تو اسے اللہ کے رنگ میں رنگنا ہوگا۔ اور اسوہ صحابہ کو اپنانا اور ان کے ایمان کو ہی معیار اور کسوٹی ٹھہرانا ہوگا ورنہ دعوائے ایمان کے باوجود مومن نہیں رہ جائیں گے۔

صحابۂ کرام کتاب وسنت کے اخلاص کے ساتھ پیروی کرتے تھے اور مکمل طور پر اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اس لیے ان کو خوشنودی مولی کا تمغہ دیا گیا اور جنت کی بشارت سنائی گئی۔ بلاشبہ ان کی زندگی خوشنودی مولیٰ از ہمہ اولی کے مصداق تھی۔ دیکھو۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبہ: ۱۰۰) ''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔''

صحابۂ کرام کا وجود کائنات انسانی کے ہر طرح کے فتنوں، آزمائشوں، ہلاکتوں اور تباہیوں سے تحفظ کا ضامن تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: النجوم أمنة للسماء فاذا ذهبت النجوم أتى السماء ما توعد وأنا أمنة لأصحابى فاذا ذهبت أتى أصحابى ما يوعدون وأصحابى أمنة لأمتى فاذا ذهب أصحابى اتى امتى ما يوعدون (مسلم) ''تارے بچاؤ ہیں آسمان کے۔ تارے مٹ جائیں گے تو آسمان پر بھی جس بات کا وعدہ ہے وہ آجائے گی۔ (یعنی قیامت) اور میں بچاؤ ہوں اپنے اصحاب کا جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر بھی وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی فتنہ وفساد اور لڑائیاں) اور میرے اصحاب بچاؤ ہیں میری

امت کے۔جب میرے اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے۔''

یہ منتخب وچنندہ لوگ تھے۔**ان الله نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد خیر قلوب العباد فاصطفاه لنفسه فابتعثه برسالته، ثم نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد صلی الله علیه وسلم فوجد قلوب اصحاب خیر قلوب العباد فجعلهم وزراء نبیه یقاتلون علی دینه، فما رأی المسلمون حسنا فهو عندالله حسن، ومارأوا سیئا فهو عند الله سیئی** (مسنداحمد)''کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں دیکھا تو ان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سب سے بہتر پایا اس لئے انہیں اپنے لیے چن لیا اور انہیں منصب رسالت عطا کیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں دیکھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو سب سے بہتر پایا اس لیے انہیں اپنے نبی کا وزیر بنادیا۔جس کو اللہ کے ان مسلم بندوں نے بہتر سمجھا تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے اور جس کو برا جانا تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا ہے''

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے آسمان رسالت کے ان مہ ونجوم کے بارے میں فرمایا۔**من کان مستنا فلیستن بمن قدمات فان الحی لا تؤمن علیه الفتنة اولئک اصحاب محمد کانوا أفضل هذه الأمة وأبرها قلوبا وأعمقها علما وأقلها تکلفا اختارهم الله لصحبة نبیه ولاقامة دینه تعریف لهم فضلهم واتبعوهم علی آثارهم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقهم ودینهم فانهم کانوا علی الهدی المستقیم** (مسندرزین)''یعنی جس کو اقتدا کرنی ہے وہ گزرے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتدا کرے کیوں کہ زندوں پر فتنہ کا خطرہ ہے۔قابل اقتدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔اللہ کی قسم وہ اس امت میں سب سے افضل تھے۔ان کے دل سب سے زیادہ نیکیوں کی تڑپ رکھنے والے، وہ سب سے زیادہ گہرے علم والے اور سب سے کم تکلف کرنے والے تھے۔وہ ایسے لوگ تھے جنہیں اللہ نے اپنے نبی کی صحبت کے لئے اور اقامت دین کے لیے چن لیا تھا۔لہٰذا تم ان کے فضل ومقام کو پہچانو۔ان کے آثار کی اتباع کرو، ان کے اخلاق اور دین کو حتی الوسع مضبوطی سے تھام لو، یقیناً وہ سیدھی ہدایت پر قائم تھے۔

اور جس دن اور جو قوم اس رنگ کو جان جائے گی اور اس کو اپنا لے گی اسی دن دنیا سے بھی انسانوں کے تمام مسائل ومشکلات کا حل اور سمسیاؤں کا سمادھان ہوجائے گا۔اپنے آپ کو بدلے بغیر حکومتوں کو ہزار بار بدلتے رہو، نہ تمہاری وضع تبدیل ہوسکتی ہے اور نہ تمہاری پوزیشن صاف ہوسکتی ہے، نہ تمہارا حال درست ہوسکتا ہے نہ مستقبل روشن ہوسکتا ہے۔استعمار کا غلبہ وحکومت تھی تو ہماری مشکلیں اور پریشانیاں بڑھی ہوئی تھیں۔ہم نے گوری چمڑی کی جگہ کالی چمڑی پہن لی ہے۔وہ سات سمندر پار سے آکر استحصال کرتے تھے ہم اپنے آپ پر اور اپنوں پر ظلم ڈھاتے ہیں۔وہ کالوں اور ہم محکوموں کو ستاتے تھے ہم اپنے ہی حاکم بنانے والے، ووٹ دینے والے اور سپورٹ کرنے والے ہم وطنوں پر ستم ڈھاتے اور ان کو ذلیل کرتے ہیں۔وہ بڑی حکمت ودانائی سے مغلوں کی اس بنائی ہوئی سونے کی چڑیا کو ایک ڈھنگ سے سات سمندر پار یورپ واغیار کے یہاں پہنچادیئے تھے ہم موقع ملتے ہی ملک کی ساری سمپتی اور دولت سینت سینت اور گن گن کر کمال ہوشیاری اور غایت درجہ عیاری اور چوری چکاری سے سویزرلینڈ اور مغربی ملکوں میں پہنچادیتے ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ جب ہمارے وطن میں مال کی کمی ہوجاتی تھی، بھوک مری اور قحط پڑتی تھی بدیشی انگریز کیک بھیجتے تھے اور مال وزر لٹادینے میں دریغ نہیں کرتے تھے اور ہم ہیں کہ دیس انتہائی بدحالی، کسمپرسی اور بحرانی دور سے بھی کیوں نہ گذرنے لگے مگر ہم اس دھن کو اور زیادہ چھپانے اور بچانے کے جتن کرتے ہیں۔اور ملک کو اور زیادہ کنگال وبدحال کرنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور اس طرح سے دیس ہی نہیں دیش کا ہر بچہ بیرونی قرض کے بوجھ سے دوہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ذرا ملک ومعاشرہ کے علاوہ عوامی سطح پر غور کریں کہ معاشی، اقتصادی، تعلیمی اور سماجی سدھار اور تبدیلی کہاں آئی ہے اور معاشرتی برائیوں کا خاتمہ کس حد تک ہوا ہے؟ ہم صرف تنگ آکر حکومتوں کو بدلتے رہتے ہیں، کبھی بھی اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش نہ کی ورنہ نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔اخلاقی قدریں کسی قوم کی سب سے بڑی دولت ہوتی ہیں۔اس پر نظر ڈالیں تو ہم کو صاف نظر آئے گا کہ ہم نے ترقی معکوس کی ہے۔اس لئے ضرورت ہے کہ حکومتوں کو بدلنے کا ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بدل ڈالیں اور بتان رنگ وبو کو توڑ کر ملت میں گم ہوجائیں۔یہی فلسفہ دین وایمان اور نسخۂ کیمیائے سعادت وانسانیت ہے۔

☆☆☆

سونے سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح سنتیں

ڈاکٹر امان اللہ محمد اسماعیل مدنی
مدرس مسجد نبوی شریف

شریعت اسلامیہ ایک کامل ومکمل دستور حیات اور قیامت تک محفوظ رہنے والی آخری شریعت ہے، اس شریعت کے مصادر اساسی قرآن وحدیث ہیں۔

شریعت اسلامیہ کے ماننے والوں پر واجب وضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی فرمان الہی اور طریقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق گزاریں۔

کسی بھی عبادت کی قبولیت کیلئے ضروری ہے کہ وہ عبادت خالص اللہ کے لئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے عین مطابق ہو، اللہ تعالی کا فرمان ہے:{فَمَن كَانَ يَرجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَلا يُشرِك بِعبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا} [الکھف: ۱۱۰]۔

ترجمہ: جو رب سے ملاقات کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

شریعت اسلامیہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس شریعت کے اندر زندگی گزارنے کے تمام اصول وضوابط، احکام وفرامین مفصل طور پر موجود ہیں، زندگی کے تمام شعبے سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں وافر مقدار میں پائی جاتی ہیں۔

سونا ایک فطری شئے ہے، ایک صحیح سالم انسان کو نیند کی اشد ضرورت ہوتی ہے، چونکہ نیند سے انسان کی الجھنیں دور ہوتی ہیں، تکان کافور ہوجاتا ہے، ذہن کو سکون واطمینان میسر ہوتا ہے۔ خالق کائنات نے رات غالبًا سونے ہی کے لئے بنایا ہے، لہذا سونے سے متعلق قرآن وحدیث میں متعدد سنتیں وارد ہیں، ایک مسلمان کو چاہئے کہ سونے سے متعلق ثابت شدہ سنتوں کی صحیح معرفت حاصل کرتے ہوئے ان سنتوں پر عمل کرنے کی کما حقہ کوشش کرے۔

سونے سے متعلق مندرجہ ذیل اہم سنتیں ثابت ہیں:

۱-سونے سے پہلے وضو کرنا: وضو ایک اہم عبادت ہے، جس کے اندر امر الہی کی بجا آوری تو ہے ہی، ساتھ ہی ساتھ اس عبادت میں پاکی ونظافت اور صفائی وستھرائی بھی مقصود ہے، سونے سے پہلے وضو کرنا مسنون عمل ہے، فعن البَراء بنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُمَا، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا أَتَيتَ مَضجَعَكَ، فَتَوَضَّأ وَضُوءَكَ لِلصَّلاَةِ، ثُمَّ اضطَجِع عَلَى شِقِّكَ الأَيمَنِ ... [صحیح بخاری حدیث: ۶۳۱۱]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے فرمایا: جب تم سونے کیلئے بستر پر آؤ تو نماز والا وضو کرلو، پھر دائیں کروٹ لیٹ جاؤ۔

۲-بستر جھاڑ کر سونا: شریعت اسلامیہ نے اپنے ماننے والوں کو سوتے وقت ہر طرح کے خیر کی رہنمائی فرمائی ہے، انہی میں سے ایک اہم رہنمائی یہ ہے کہ بستر پر لیٹنے سے پہلے بستر جھاڑ لیا جائے، فعَن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم: " إِذَا أَوَى أَحَدُكُم إِلَى فِرَاشِهِ فَليَنفُض فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ، فَإِنَّهُ لاَ يَدرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيهِ ... [صحیح بخاری حدیث: ۶۳۲۰]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جب تم میں سے کوئی بستر پر لیٹنے کیلیے آئے تو اپنے تہبند کے نچلے حصے سے بستر کو جھاڑ لے، کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے بعد اس کے ساتھ کیا ہو؟۔

۳-سونے سے پہلے وتر پڑھنا: نماز وتر کی شریعت میں کافی تاکید آئی ہوئی ہے، عن علي رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أهلَ القرآن، أَوتروا، فإن الله وتر، يُحب الوترَ« [سنن أبي داود۱۴۱۶/صحیح]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو، کیونکہ اللہ تعالی وتر [طاق] ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے۔

وتر نماز پڑھنے کا سب سے بہترین وقت رات کا آخری حصہ ہے، فعَن عَبدِ اللَّهِ بنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم قَالَ: »اجعَلُوا آخِرَ صَلاَتِكُم بِاللَّيلِ وِترًا« [صحیح بخاری حدیث: ۹۹۸]۔

ترجمہ: وتر کو رات کی آخری نماز بناؤ۔

لیکن اگر کوئی رات کے آخری حصے میں نہیں پڑھ سکتا ہو تو شروع رات میں یا سونے سے پہلے ہی پڑھ لے، عَن جَابِرٍ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: »مَن خَافَ أَن لَا يَقُومَ مِن آخِرِ اللَّيلِ فَليُوتِر أَوَّلَهُ، وَمَن طَمِعَ أَن يَقُومَ آخِرَهُ فَليُوتِر آخِرَ اللَّيلِ، فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيلِ مَشهُودَةٌ، وَذَلِكَ أَفضَلُ« [صحیح مسلم حدیث: ۷۵۵]۔

ترجمہ: جس شخص کو ڈر ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں بیدار نہیں ہوسکتا ہے تو وہ شروع رات ہی میں وتر پڑھ لے، اور جسے آخری رات میں بیدار ہونے کی امید ہو وہ آخری رات میں وتر ادا کرے، کیونکہ آخری رات کی نماز محفوظ ہوتی ہے، اور یہ افضل بھی ہے۔

اسی طرح سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی دلیل کے طور پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی جاسکتی ہے، فعَن أَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ، قَالَ:

أوصَانِي خَلِيلِي بِثَلاَثٍ لاَ أَدَعُهُنَّ حَتَّى أَمُوتَ: »صَومِ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ مِن كُلِّ شَهرٍ، وَصَلاَةِ الضُّحَى، وَنَومٍ عَلَى وِترٍ« [صحیح بخاری حدیث:۱۱۷۸]۔

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دوست نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی جنہیں میں مرتے دم تک نہیں چھوڑں گا: ہر مہینے میں تین روزہ رکھنا، چاشت کی نماز، اور وتر پڑھ کر سونا۔

۴-آپ صلی اللہ علیہ وسلم غالبًا بستر پر ہی سوتے، بستر پر سونے سے متعلق کثرت سے روایت مروی ہیں، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار چٹائی پر ہی سو جاتے، فعَن عَبَّادِ بنِ تَمِيمٍ، عَن عَمِّهِ، أَنَّهُ »رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مُستَلقِيًا فِي المَسجِدِ، وَاضِعًا إِحدَى رِجلَيهِ عَلَى الأُخرَى« وَعَن ابنِ شِهَابٍ، عَن سَعِيدِ بنِ المُسَيِّبِ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ، وَعُثمَانُ يَفعَلاَنِ ذَلِكَ« [صحیح بخاری حدیث:۴۷۵، وصحیح مسلم حدیث:۲۱۰۰]۔

ترجمہ: عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مسجد میں چت لیٹے ہوئے ہیں، اور اپنے ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھے ہوئے ہیں، سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ یہ عمل عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کیا کرتے تھے۔

۵-آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں کروٹ لیٹتے: عَنِ البَرَاءِ بنِ عَازِبٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ نَامَ عَلَى شِقِّهِ الأَيمَنِ"... [صحیح بخاری حدیث:۶۳۱۵]۔

ترجمہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر آتے تو دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔

۶-آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت اپنی دائیں ہتھیلی دائیں رخسار پر رکھتے: عَن عَائِشَةَ، رضي الله عنها قَالَت: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مِن آخِرِ مَا يَقُولُ حِينَ يَنَامُ وَهُوَ وَاضِعٌ يَدَهُ عَلَى خَدِّهِ الأَيمَنِ وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ مَيِّتٌ فِي لَيلَتِهِ تِلكَ... [السنن الکبری للبیہقی حدیث:۱۰۵۵۷]۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے اپنے ہاتھ کو دائیں رخسار پر رکھتے ہوئے یہ آخری کلمہ کہہ رہے تھے، اور آپ سمجھ رہے تھے کہ اسی رات آپ کا انتقال ہو جائے گا...

۷-آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے شروع حصے میں سوتے اور رات کے آخری حصے میں بیدار ہوجاتے، عَن أَبِي إِسحَاقَ، قَالَ: سَأَلتُ الأَسوَدَ بنَ يَزِيدَ عَمَّا حَدَّثَتهُ عَائِشَةُ، عَن صَلاَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم، قَالَت: »كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيلِ، وَيُحيِي آخِرَهُ، ثُمَّ إِن كَانَت لَهُ حَاجَةٌ إِلَى أَهلِهِ قَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ يَنَامُ، فَإِذَا كَانَ عِندَ النِّدَاءِ الأَوَّلِ - قَالَت - وَثَبَ - وَلاَ وَاللهِ مَا قَالَت قَامَ - فَأَفَاضَ عَلَيهِ المَاءَ - وَلاَ وَاللهِ مَا قَالَتِ اغتَسَلَ، وَأَنَا أَعلَمُ مَا تُرِيدُ - وَإِن لَم يَكُن جُنُبًا تَوَضَّأَ وُضُوءَ الرَّجُلِ لِلصَّلاَةِ، ثُمَّ صَلَّى الرَّكعَتَينِ« [صحیح مسلم حدیث:۷۳۹]۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع رات میں سو جاتے، اور رات کے آخری حصے میں بیدار ہو جاتے، پھر آپ کو اگر ہمبستری کی خواہش ہوتی تو اپنی خواہش کو پوری کر کے پھر سو جاتے، اور جب پہلی اذان ہوتی تو آپ جلدی بیدار ہوتے، غسل جنابت فرماتے، اور اگر جنابت کی حالت میں نہیں ہوتے تو نماز والا وضو فرماتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے۔

۸-سوتے وقت دعائیں پڑھنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوتے وقت متعدد دعائیں پڑھنا ثابت ہے:

۱-آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے لئے جب بستر پر جاتے تو یہ دعا پڑھتے: »اللَّهُمَّ بِاسمِكَ أَمُوتُ وَأَحيَا« [صحیح بخاری حدیث:۶۳۲۵]۔

۲-آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کے لئے جاتے تو اپنے دونوں ہتھیلی کو جمع کرتے اور سورہ قل ھو اللہ احد، سورہ الفلق اور سورہ الناس پڑھکر پھونکتے اور پھر دونوں ہتھیلی کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم میں ملتے، سر اور چہرے سے شروع کرتے، اور یہ عمل تین مرتبہ کرتے، عَن عَائِشَةَ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيلَةٍ جَمَعَ كَفَّيهِ، ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا: قُل هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُل أَعُوذُ بِرَبِّ الفَلَقِ وَقُل أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ، ثُمَّ يَمسَحُ بِهِمَا مَا استَطَاعَ مِن جَسَدِهِ، يَبدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأسِهِ وَوَجهِهِ وَمَا أَقبَلَ مِن جَسَدِهِ يَفعَلُ ذَلِكَ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ "[صحیح بخاری حدیث:۵۰۱۷]۔

۳-سوتے وقت آیت الکرسی پڑھنا ثابت ہے: عَن أَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ، قَالَ: وَكَّلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم بِحِفظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذتُهُ، وَقُلتُ: وَاللَّهِ لَأَرفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم .. وفيه: فَأَصبَحتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم: »مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ البَارِحَةَ«، قُلتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنفَعُنِي اللَّهُ بِهَا، فَخَلَّيتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: »مَا هِيَ«، قُلتُ: قَالَ لِي: إِذَا أَوَيتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقرَأ آيَةَ الكُرسِيِّ مِن أَوَّلِهَا حَتَّى تَختِمَ الآيَةَ: {اللَّهُ لاَ إِلَهَ إِلَّا هُوَ الحَيُّ القَيُّومُ} [البقرة:۲۵۵]، وَقَالَ لِي: لَن يَزَالَ عَلَيكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ، وَلاَ يَقرَبَكَ شَيطَانٌ حَتَّى تُصبِحَ - وَكَانُوا أَحرَصَ شَيءٍ عَلَى

الـخَير – فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم: »أَمَا إِنَّهُ قَد صَدَقَکَ وَهُوَ کَذُوبٌ، تَعلَمُ مَن تُخَاطِبُ مُنذُ ثَلاَثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيرَةَ «، قَالَ: لاَ، قَالَ: »ذَاکَ شَيطَانٌ« [صحیح بخاری حدیث:۲۳۱۱]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول نے مجھے رمضان کے زکوۃ (بیت المال/صدقۃ الفطر) کی نگرانی کی ذمہ داری دی، میرے پاس ایک آنے والا آیا اور غلہ کو بھرنا شروع کیا میں نے اس کو پکڑ لیا اور میں نے کہا اللہ کی قسم میں تجھے ضرور اللہ کے رسول کے پاس لے جاؤنگا۔۔۔اس میں ہے، میں نے صبح کی مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گزشتہ رات آپ کے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اس نے کہا (آنے والا) کہ انہوں نے مجھے چند کلمات سکھلایا جس سے اللہ تعالی مجھے فائدہ پہنچائے گا۔ میں نے اس کو آزاد کردیا نبی ﷺ نے فرمایا وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے کہا: مجھ سے کہا جب تم اپنے بستر کی طرف آؤ تو آیت الکرسی شروع سے پڑھو یہاں تک کہ پوری آیت پڑھ جاؤ{ اللَّـهُ لاَ إِلَـهَ إِلَّا هُـوَ الـحَيُّ الـقَيُّومُ}[البقرۃ:۲۵۵]، اور مجھ سے کہا ہمیشہ تمہارے اوپر اللہ کی طرف سے ایک محافظ مقرر ہوگا اور شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا یہاں تک کہ تم صبح کرلو اور صحابہ کرام خیر کے کاموں پر زیادہ حریص ہوتے تھے۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا تحقیق کہ انہوں نے تمہیں صحیح کہا حالانکہ وہ جھوٹا ہے، اے ابو ہریرہ تمہیں معلوم کہ تین رات سے تمہارا سامنا کس سے ہورہا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شیطان ہے۔

۴- سوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا بھی ثابت ہے: »اللَّـهُمَّ أَسلَمتُ نَفسِي إِلَيکَ، وَوَجَّهتُ وَجهِي إِلَيکَ، وَفَوَّضتُ أَمرِي إِلَيکَ، وَأَلـجَـأتُ ظَهـرِي إِلَيکَ، رَغبَةً وَرَهبَةً إِلَيکَ، لاَ مَلجَأَ وَلاَ مَنجَا مِنکَ إِلَّا إِلَيکَ، آمَنتُ بِکِتَابِکَ الَّذِي أَنزَلتَ، وَبِنَبِيِّکَ الَّذِي أَرسَلتَ«.

فعَنِ البَـرَاءِ بـنِ عَـازِبٍ، قَـالَ: کَـانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَى إِلَـى فِـرَاشِـهِ نَـامَ عَـلَـى شِـقِّهِ الأَيمَنِ، ثُمَّ قَالَ: »اللَّهُمَّ أَسلَمتُ نَفسِي إِلَيکَ، وَوَجَّهتُ وَجهِي إِلَيکَ، وَفَوَّضتُ أَمرِي إِلَيکَ، وَأَلجَأتُ ظَهرِي إِلَيکَ، رَغبَةً وَرَهبَةً إِلَيکَ، لاَ مَلجَأَ وَلاَ مَنجَا مِنکَ إِلَّا إِلَيکَ، آمَنتُ بِکِتَابِکَ الَّذِي أَنزَلتَ، وَبِنَبِيِّکَ الَّذِي أَرسَلتَ« وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: »مَن قَالَهُنَّ ثُمَّ مَاتَ تَحتَ لَيلَتِهِ مَاتَ عَلَى الفِطرَةِ« [صحیح بخاری حدیث:۶۳۱۵]۔

ترجمہ: اے اللہ! میں نے اپنا نفس تجھے سونپ دیا، میں نے اپنا چہرہ تیرے تابع کردیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کردیا اپنی پیٹھ کو تیری طرف لگادی (تجھے ہی اپنا سہارا بنالیا) اپنی رغبت اور تیرے خوف سے تجھ سے بھاگ کر کے میرے لئے تیرے سوا کہیں کوئی جائے پناہ اور جائے نجات نہیں، میں نے تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی ہے اور اس نبی کو تسلیم کیا جسے تو نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ حضرت براء بن عازب سے مروی ہے جب آپ ﷺ اپنے بستر پر جاتے تو اپنے دائیں کروٹ لیٹ جاتے پھر یہ دعا پڑھتے (اے اللہ! میں نے اپنا نفس تجھے سونپ دیا، میں نے اپنا چہرہ تیرے تابع کردیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کردیا اپنی کمر تیری طرف لگادی (تجھے ہی اپنا سہارا بنالیا) اپنی رغبت اور تیرے خوف سے تجھ سے بھاگ کر کے میرے لئے تیرے سوا کہیں کوئی جائے پناہ اور جائے نجات نہیں، میں نے تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی ہے اور اس نبی کو تسلیم کیا جسے تو نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔) اور آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے ان کلمات کو پڑھا پھر اسی رات اس کو موت آگئی تو اس کی موت فطرت پر ہوئی۔

گویا آپ نے حدیث کے آخری حصہ میں اس دعا کی فضیلت بھی بیان کردی۔

۵- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوتے وقت یہ دعا پڑھنا بھی ثابت ہے: »اللهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَرَبَّ الأَرضِ وَرَبَّ العَرشِ العَظِيمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَيءٍ، فَالِقَ الحَبِّ وَالنَّوَى، وَمُنزِلَ التَّورَاةِ وَالإِنجِيلِ وَالفُرقَانِ، أَعُوذُ بِکَ مِن شَرِّ کُلِّ شَيءٍ أَنتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، اللهُمَّ أَنتَ الأَوَّلُ فَلَيسَ قَبلَکَ شَيءٌ، وَأَنتَ الآخِرُ فَلَيسَ بَعدَکَ شَيءٌ، وَأَنتَ الظَّاهِرُ فَلَيسَ فَوقَکَ شَيءٌ، وَأَنتَ البَاطِنُ فَلَيسَ دُونَکَ شَيءٌ، اقضِ عَنَّا الدَّينَ، وَأَغنِنَا مِنَ الفَقرِ«

فعَن سُهَيلٍ، قَالَ: کَانَ أَبُو صَالِحٍ يَأمُرُنَا، إِذَا أَرَادَ أَحَدُنَا أَن يَنَامَ، أَن يَضطَجِعَ عَلَى شِقِّهِ الأَيمَنِ، ثُمَّ يَقُولُ: »اللهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَرَبَّ الأَرضِ وَرَبَّ العَرشِ العَظِيمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَيءٍ، فَالِقَ الحَبِّ وَالنَّوَى، وَمُنزِلَ التَّورَاةِ وَالإِنجِيلِ وَالفُرقَانِ، أَعُوذُ بِکَ مِن شَرِّ کُلِّ شَيءٍ أَنتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، اللهُمَّ أَنتَ الأَوَّلُ فَلَيسَ قَبلَکَ شَيءٌ، وَأَنتَ الآخِرُ فَلَيسَ بَعدَکَ شَيءٌ، وَأَنتَ الظَّاهِرُ فَلَيسَ فَوقَکَ شَيءٌ، وَأَنتَ البَاطِنُ فَلَيسَ دُونَکَ شَيءٌ، اقضِ عَنَّا الدَّينَ، وَأَغنِنَا مِنَ الفَقرِ« وَکَانَ يَروِي ذَلِکَ عَن أَبِي هُرَيرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ. [صحیح مسلم حدیث:۲۷۱۳]۔

ترجمہ: اے اللہ! آسمانوں کے رب اور زمین کے رب اور عرش عظیم کے رب ہمارا رب اور ہر چیز کا رب، دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر اگانے والے، اور تورات وانجیل اور فرقان (قرآن) کو نازل کرنے والے، میں ہر شر والی چیز سے جن کی پیشانی تو ہی پکڑے ہوئے ہے، تیری پناہ چاہتا ہوں، تو سب سے پہلے تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا، تو سب سے آخر ہے تیرے بعد کچھ نہ ہوگا، تو ہی ظاہر ہے تجھ سے زیادہ کوئی ظاہر نہیں،

تو ہی پوشیدہ ہے تجھ سے پوشیدہ تر کوئی نہیں، ہمارا قرض ادا فرما اور ہمیں محتاجی سے بے پرواہ کردے۔ حضرت سہیل سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ابوصالح ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ جب ہم میں سے کوئی سونے کا ارادہ کرے تو وہ دائیں کروٹ لیٹ جائے پھر یہ پڑھے (اے اللہ! آسمانوں کے رب اور زمین کے رب اور عرش عظیم کے رب ہمارا رب اور ہر چیز کا رب، دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر اگانے والے، اور تورات وانجیل اور فرقان (قرآن) کو نازل کرنے والے، میں ہر شر والی چیز سے جن کی پیشانی تو ہی پکڑے ہوئے ہے، تیری پناہ چاہتا ہوں، تو سب سے پہلے تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا، تو سب سے آخر ہے تیرے بعد کچھ نہ ہوگا، تو ہی ظاہر ہے تجھ سے زیادہ کوئی ظاہر نہیں، تو ہی پوشیدہ ہے تجھ سے پوشیدہ تر کوئی نہیں، ہمارا قرض ادا فرما اور ہمیں محتاجی سے بے پرواہ کردے۔) اور وہ اس چیز کو روایت کرتے تھے ابو ہریرہ سے اور ابو ہریرہ نبی ﷺ سے۔

۹- بیدار ہوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد دعائیں ثابت ہیں:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: »الحَمدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحيَانَا بَعدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيهِ النُّشُورُ"

ترجمہ: تمام قسم کی تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے ہمیں زندہ کیا بعد اس کے اسنے ہمیں مار دیا تھا اور اسی کی جانب اٹھ کر جانا ہے۔

فعَن أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخَذَ مَضجَعَهُ مِنَ اللَّيلِ قَالَ: »اللَّهُمَّ بِاسمِكَ أَمُوتُ وَأَحيَا« فَإِذَا استَيقَظَ قَالَ: »الحَمدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحيَانَا بَعدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيهِ النُّشُورُ« [صحیح بخاری حدیث:۶۳۲۵]۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں جب نبی ﷺ رات میں اپنے بستر پر جاتے تھے تو فرماتے تھے اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور جیتا ہوں۔ اور جب بیدار ہوتے ہو تو فرماتے: ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے ہمیں زندہ کیا بعد اس کے کہ اس نے ہمیں مار دیا تھا، اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

۳- آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

اللَّهُمَّ لَكَ الحَمدُ، أَنتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالأَرضِ وَمَن فِيهِنَّ، وَلَكَ الحَمدُ، أَنتَ قَيِّمُ السَّمَوَاتِ وَالأَرضِ وَمَن فِيهِنَّ، وَلَكَ الحَمدُ، أَنتَ الحَقُّ، وَوَعدُكَ حَقٌّ، وَقَولُكَ حَقٌّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَالجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ، اللَّهُمَّ لَكَ أَسلَمتُ، وَعَلَيكَ تَوَكَّلتُ، وَبِكَ آمَنتُ، وَإِلَيكَ أَنَبتُ، وَبِكَ خَاصَمتُ، وَإِلَيكَ حَاكَمتُ، فَاغفِر لِي مَا قَدَّمتُ وَمَا أَخَّرتُ، وَمَا أَسرَرتُ وَمَا أَعلَنتُ، أَنتَ المُقَدِّمُ وَأَنتَ المُؤَخِّرُ، لاَ إِلَهَ إِلَّا أَنتَ، أَو: لاَ إِلَهَ غَيرُكَ " [صحیح بخاری حدیث:۶۳۱۷]۔

ترجمہ: اے اللہ! سب تعریف تیرے لئے ہے تو آسمانوں اور زمین اور ان دونوں میں جو کچھ ہے سب کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لئے ہے تو آسمانوں اور زمین اور ان دونوں میں جو کچھ ہے سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ اور سب تعریف تیرے ہی لئے ہے تو ہی سچ ہے اور تیرا وعدہ سچ ہے اور تیری بات سچ ہے اور تیری ملاقات برحق ہے، اور جنت برحق ہے اور جہنم برحق ہے اور قیامت برحق ہے اور تمام نبی سچے ہیں اور محمد سچے ہیں۔ اے اللہ! تیرے لئے اسلام لایا اور تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں اور تجھ پر ایمان لاتا ہوں اور تیری ہی جانب رجوع کرتا ہوں، اور تیرے ہی جانب فیصلہ لے کر آتا ہوں اے اللہ! تو میرے اگلے پچھلے، پوشیدہ اور ظاہر تمام گناہ معاف فرما، تو کسی کو اپنے یہاں عزت دے کر آگے بڑھانے والا ہے، تو کسی کو ذلت وخواری کے ساتھ پیچھے کرنے والا ہے۔ صرف تو ہی حقیقی معبود ہے یا تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

۴- آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیدار ہوتے وقت قرآن کریم کی یہ آیت پڑھنا ثابت ہے: { إِنَّ فِي خَلقِ السَّمَوَاتِ وَالأَرضِ } إِلَى قَولِهِ {لِأُولِي الأَلبَابِ} [آل عمران:۱۹۰]۔

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنه، قَالَ: بِتُّ فِي بَيتِ مَيمُونَةَ لَيلَةً، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عِندَهَا، لِأَنظُرَ كَيفَ صَلاَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيلِ، »فَتَحَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَهلِهِ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ، فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيلِ الآخِرُ، أَو بَعضُهُ، قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَرَأَ«: {إِنَّ فِي خَلقِ السَّمَوَاتِ وَالأَرضِ} إِلَى قَولِهِ {لِأُولِي الأَلبَابِ} [آل عمران: ۱۹۰]، »ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَاستَنَّ، ثُمَّ صَلَّى إِحدَى عَشرَةَ رَكعَةً«، ثُمَّ أَذَّنَ بِلاَلٌ بِالصَّلاَةِ، »فَصَلَّى رَكعَتَينِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى لِلنَّاسِ الصُّبحَ« [صحیح بخاری حدیث:۴۵۷۲]۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے ایک رات میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گذارا اور نبی ﷺ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تھے، تاکہ میں دیکھوں کہ آپ کی رات کی نماز کیسی ہوتی ہے پھر رسول اللہ ﷺ اپنے اہل وعیال کے ساتھ کچھ دیر گفتگو کی پھر سوگئے جب رات کا تیسرا اور آخری پہر باقی بچا یا اس کا بعض حصہ، آپ بیٹھ گئے پھر آسمان کی طرف دیکھا اور یہ پڑھا {إِنَّ فِي خَلقِ السَّمَوَاتِ وَالأَرضِ } إِلَى قَولِهِ {لِأُولِي الأَلبَابِ} [آل عمران:۱۹۰] پھر آپ کھڑے ہوئے اور وضو فرمایا اور مسواک کی پھر آپ نے گیارہ رکعت نماز ادا کی پھر بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کیلئے آذان پکاری پھر آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر آپ نکلے اور لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔

سوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ سنتیں صحیح روایات سے ثابت ہیں، لہٰذا ہر ایک مسلمان کو چاہئے کہ سوتے وقت ان سنتوں پر عمل پیرا ہو۔

کیا سوتے وقت قبلہ کی طرف پیر نہ کرنا سنت سے ثابت ہے؟

سونے سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد سنتوں کا ذکر صحیح احادیث میں وارد ہے، لیکن افسوس صد افسوس کہ سونے سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت سنتوں پر عمل کے بجائے بعض مسلمانوں نے من مانی کرتے ہوئے کچھ ایسی چیزوں کو سنت میں شمار کرلیا ہے جن کا ذکر احادیث میں وارد نہیں ہے، انہیں میں سے ایک منگھڑت چیز یہ ہیکہ سوتے وقت قبلے کی طرف پیر نہیں کرنا چاہئے، اور ایسے لوگوں کو ترچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو سوتے وقت یا کسی بھی حالت میں قبلے کی طرف پیر کرتے ہیں۔

لہٰذا اس مقام پر مناسب یہ بھی ہے کہ ہم دیکھیں کہ سوتے وقت یا کسی بھی حالت میں قبلے کی طرف پیر کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟۔

شریعت اسلامیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سوتے وقت یا کسی بھی حالت میں قبلے کی طرف پیر کرنے میں مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے کوئی حرج نہیں ہے:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت یا کسی بھی حالت میں قبلے کی طرف پیر کرنے سے منع نہیں فرمایا ہے، اور جب منع ثابت نہیں ہے تو منع کرنا اچھی چیز نہیں ہے، کسی بھی چیز سے روکنے کے لیے صحیح ثابت دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خانہ کعبہ کی طرف پیٹھ کرنا ثابت ہے: **عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، أن النبى صلى الله عليه وسلم، قال فى خطبته وهو مسند ظهره إلى الكعبة »فى الأصابع عشر عشر«** [**سنن ابی داود حدیث: ۴۵۶۲/حسن صحیح**]۔ ترجمہ: عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے دیوار پر ٹیک لگائے ہوئے خطبہ دے رہے تھے اور فرمارہے تھے: انگلیوں کی دیت دس دس اونٹ ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خانہ کعبہ کی طرح پیٹھ کرنا ثابت ہے تو پھر کسی کو اس عمل سے روکنے کی کوئی وجہ سمجھ سے باہر ہے۔

3- کچھ حالتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلے کے استقبال اور استدبار سے روکا ہے:

۱- پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلے کا استقبال اور استدبار سے منع کیا گیا ہے: عَن أَبِي أَيُّوبَ الأَنصَارِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا أَتَيتُمُ الغَائِطَ فَلاَ تَستَقبِلُوا القِبلَةَ، وَلاَ تَستَدبِرُوهَا وَلَكِن شَرِّقُوا أَو غَرِّبُوا« قَالَ أَبُو أَيُّوبَ« [صحیح بخاری حدیث: ۳۹۴]۔

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: پیشاب اور پاخانے کی حالت میں قبلے کا استقبال اور استدبار نہ کرو، البتہ مشرق اور مغرب کا رخ کرو۔

مشرق ومغرب کی جانب رخ کرنے کا حکم اہل مدینہ یا جو اس سمت میں ہے ان کے لیے ہے، کیونکہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کی جانب ہے، اس لئے مشرق ومغرب کی جانب رخ کرنے سے قبلے کا رخ نہیں ہوگا۔

۲- تھوکتے وقت قبلے کے استقبال سے روکا گیا ہے، **فعن حذيفة، أظنه عن رسول الله صلى اللى عليه وسلم قال: »من تفل تجاه القبلة جاء يوم القيامة تفله بين عينيه، ومن أكل من هذه البقلة الخبيثة فلا يقربن مسجدنا« ثلاثا** [سنن ابی داود حدیث: ۳۸۲۴/صحیح]۔

ترجمہ: جو شخص قبلہ کی طرف تھوکے گا قیامت کے دن اس کا تھوک اس کی نگاہ کے سامنے ہوگا، اور جو شخص اس بدبودار سبزی میں سے کھائے وہ ہماری مسجد سے قریب نہ ہو، یہ بات آپ نے تین مرتبہ کہی۔

لیکن ان احوال کے علاوہ کسی بھی حالت میں استقبال واستدبار سے نہیں روکا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوتے وقت قبلہ کی طرف پیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

4- سوتے وقت استقبال قبلہ سے متعلق کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہے۔

5- علماء اجلاء کا فتوی ہے کہ سوتے وقت یا کسی بھی وقت قبلہ کی طرف پیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہی فتوی شیخ ابن باز، شیخ ابن عثیمین، شیخ عبداللہ بن حمید وغیرہم کا ہے۔

ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **لا حرج فى ذلك لا بأس أن يمد الإنسان رجله إلى جهة القبلة حتى ولو كان فى المسجد الحرام إلى جهة الكعبة لا حرج، قد جلس النبى صلى الله عليه وسلم: وأسند ظهره إلى الكعبة عليه الصلاة والسلام.**

فالمقصود أنه لا حرج كون الإنسان يمد رجله إلى جهة الكعبة إلى جهة القبلة لا حرج فى ذلك. نعم.

ابن باز رحمہ اللہ کے فتوی کا خلاصہ یہ ہے کہ سوتے وقت یا کسی بھی حالت میں قبلے کی طرف پیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وسئل الشيخ ابن عثيمين عن وضع الرجلين باتجاه القبلة عند النوم فقال: ليس على الإنسان حرج إذا نام ورجلاه فى اتجاه القبلة.

ابن عثیمین رحمہ اللہ کے قول کا بھی یہی خلاصہ ہے کہ سونے کی حالت میں قبلے کی طرف پیر کرنا جائز ودرست ہے۔

ان تمام توجیہات کے مدنظر سوتے وقت یا کسی بھی حالت میں قبلے کی طرف پیر کیا جاسکتا ہے، اور منع کرنے والوں کے پاس کوئی بھی معتبر دلیل نہیں ہے۔

اللہ تعالی ہم تمام مسلمانوں کو صحیح سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور غلط وباطل چیزوں سے بچنے کی بھی توفیق دے۔

اللهم آمين، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

☆☆☆

بموقع ۳۴ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

انصار زبیر محمدی الاعظمی
صدر اسلامک فقہ کونسل آف انڈیا ممبئی

امن عالم کے قیام کے اہم عناصر

امن ایک فطری ضرورت ہے، امن عالم ایک عظیم نعمت ہے، اور ہر دور میں دنیا میں سب سے بڑی اور قیمتی چیز امن ہی کو تسلیم کیا گیا ہے اور انسانوں کی بداعمالی کی وجہ سے یہ نعمت اس وقت دنیا کے بیشتر حصہ والوں کو میسر نہیں ہے، جس کے نتیجہ میں اس وقت پوری دنیا امن کی متلاشی ہے، جس کے لئے اس نے اپنی مادی، فوجی قوت اور مباحث کی تمام ایجنسیوں کے ذریعہ اپنی پوری طاقت صرف کردی ہے، یہود کے ذریعہ قائم کردہ انشورنس کمپنیاں میدان میں اس قدر سرگرم ہیں کہ انسان کے حادثہ کے بعد اس کے معاوضہ کے ذریعہ اطمینان دلاتی ہیں، حادثہ نہ ہونے کی صورت میں پوری رقم لے کر بیٹھ جاتی ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے امن معیشت سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہے، ابراہیم علیہ السلام جب تعمیر کعبہ سے فارغ ہوگئے تو اپنا ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا مانگی اور کہا: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ (البقرہ:۱۲۶) اے میرے رب! تو اس شہر کو امن وامان کا شہر بنا اور اس کے باشندوں کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہوں، پھلوں کی روزیاں عطا فرما۔

امن وامان کی دعاء پہلے کی اور معیشت کی دعاء بعد میں کی، اس لئے کہ جب امن نہیں ہوگا تو نعمتوں کے باوجود انسان ان نعمتوں سے فائدہ نہیں اٹھائے گا، یہ ابراہیم علیہ السلام کی حکمت عملی اور دعائے خلیل ہے، جس میں امن وامان پہلے ہے معیشت رزق اور کاروبار بعد میں ہیں۔

امن وامان کے لئے اللہ نے ایک بڑی قیمتی چیز مقرر کی کہ بندہ کا نیک عمل امن کا سبب ہوگا، اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل:۹۷) ”مرد ہو یا عورت، اگر ایمان صالح ہے حقیقی ایمان، ایمان کے مطابق عمل ہے تو دنیا میں انہیں امن وامان دوں گا۔ اور انہیں بہترین بدلہ عطا کروں گا۔

نیز فرمایا: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام:۸۲) جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی قسم کا ظلم نہیں کیا، تو انہیں کے لئے امن اور وہی ہدایت پر رہیں گے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کون ہے جو اپنے اوپر ظلم نہ کرتا ہو، ہم تو ظلم کرتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ظلم سے مراد وہ ظلم نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، کیا تم نے یہ نصیحت نہیں سنی:

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان:۱۳) لقمان علیہ السلام جب اپنی اولاد کو نصیحت کررہے تھے کہ بیٹے کبھی اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

امن عالم میں قیام امن کے چند عناصر کا یہاں ذکر کیا جارہا ہے، امید ہے کہ آپ مستفید ہوں گے۔

۱۔ **تقویٰ**: اس وقت پوری دنیا امن کی تلاش میں ہے، سوال یہ ہے کہ امن کیسے میسر ہو؟ دنیا میں امن کیسے قائم ہو؟ اس کا واضح جواب یہ ہے کہ خالق کائنات اللہ جل جلالہ نے قیام امن کا جو فارمولہ بیان کیا ہے اسے اپنایا جائے، فطرت سے انحراف کرکے کبھی امن قائم نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:۵۶،۵۷) اور میں نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ:۲۱-۲۲) اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کرکے تمہیں روزی دی، خبردار باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، اس لئے کہ صرف اللہ کی بندگی کرنے سے بندہ ہر نفع بخش چیز سے قریب ہوگا اور نقصان دہ چیز سے دور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے دور رہنا، اللہ کے غضب کا سبب بننے والی چیزوں سے دور رہنا، دنیا وآخرت میں فائدہ پہنچانے والے اعمال انجام دینا یہی تقویٰ ہے، جسے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ایمان وتقوی، اطاعت واستقامت ہر قسم کے خوف سے نجات کا ذریعہ ہے، جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰـهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ (الطلاق:۳) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔ وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِب (الطلاق:٤) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔

متقی شخص اللہ تعالیٰ کا سچا عابد ہوتا ہے، اللہ کے احکام پر چلنے والا ہوتا ہے، اس کے تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی مغفرت فرماتا ہے، جیسا کہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کے لئے اجر عظیم اور رزق بے شمار کا وعدہ کیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّكُمۡ فُرۡقَانًا وَّيُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ (الانفال:۲۹) اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

نیز فرمایا: وَلَوۡ اَنَّ اَهۡلَ الۡقُرٰٓى اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَفَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ وَلٰكِنۡ كَذَّبُوۡا فَاَخَذۡنٰهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ (الاعراف:۹٦) اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے، لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔

دنیا میں ہر قسم کی بدامنی کا ذمہ دار انسان کا کردار ہوا کرتا ہے، اس لئے ہمیں ایمان وتقویٰ کی بنیاد پر اپنے بچوں کی صحیح تربیت کرنی چاہیے۔

۲۔ توحید خالص: خلوص دل سے اللہ کی عبادت کرنا، اس کی توحید میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، اس کے احکام کی پاسداری کرنا، زندگی کو اس کے قوانین پر چل کر گزارنا یہی اس کی عبادت اور یہی توحید ہے۔

اس وقت دنیا کا سب سے بڑا آتنک وادشرک ہے، جس طرح کسی ملک کا قانون توڑنے سے بندہ دیش دروہی ہو جاتا ہے، اسے باغی اور آتنکی کہا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ اپنے ملک کے قوانین کی پرواہ نہیں کر رہا ہے، اسی طرح پوری دنیا ایک ملک ہے، اس کا حاکم اللہ تعالیٰ ہے، اس کا قانون اسی نے بنایا ہے اور سب سے پہلا قانون یہی ہے کہ زمین پر صرف اسی کا سجدہ کیا جائے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہی معبود برحق ہے، اس کی عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک اور فساد فی الارض ہے، سراسر گمراہی ہے، معصیت اور ہلاکت ہے، خوف اور دہشت ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کے لئے انبیاء اور رسل بھیجے، جیسا کہ فرمایا ہے:

وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ هَدَى اللّٰهُ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَيۡهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ (النحل:۳٦) اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو، پس بعض لوگوں کو تو اللہ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی، پس تم خود زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا کچھ ہوا۔

جس نے رسولوں کی پیروی کی، انہیں سچا جانا اسی کے لئے ہدایت اور سعادت ہے، اسی کے لئے امن وخیر عظیم ہے، اور جس نے انہیں جھٹلایا، یا ان کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلا تو اس کے لئے دنیا وآخرت دونوں میں تباہی وہلاکت ہے، وہ اپنے عمل کی وجہ سے ہلاکت اور عذاب کا سفر طے کر رہا ہے، اسے کبھی امن وسکون نہیں میسر آسکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَكُلًّا اَخَذۡنَا بِذَنۡۢبِهٖ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِ حَاصِبًا وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَخَذَتۡهُ الصَّيۡحَةُ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ خَسَفۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَغۡرَقۡنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَ لٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡن (العنکبوت:٤٠) پھر تو ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا، ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کی بارش برسائی اور ان میں سے بعض کو زوردار سخت آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا۔

نیز فرمایا: وَمَاۤ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡ عَنۡ كَثِيۡرٍ (الشوریٰ:۳۰) تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ تو بہت سی باتوں کو درگزر فرما دیتا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس امت سے اپنا عمومی عذاب اٹھا لیا ہے، قوم عاد وثمود اور گزشتہ دوسری قوموں کی طرح اسے عذاب نہ ہوگا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ فرمایا:

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡن (الانبیاء:۱۰۷) اور ہم آپ کو سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِى النَّاسِ لِيُذِيۡقَهُمۡ بَعۡضَ الَّذِىۡ عَمِلُوۡا لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ (الروم:٤١) خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا: وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ (البقرہ:۱۵۵) اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو

خوشخبری دیدیجئے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (الانعام:۸۱) اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی ،سوان دو جماعتوں میں امن کا زیادہ مستحق کون ہے،اگر تم خبر رکھتے ہو۔

پھر سارے معاملہ کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا:اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام:۸۲) جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہیں کی انہیں کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت پر رہیں گے۔

مشرک ہمیشہ خوف کے سایہ میں جیتا ہے،اس لئے کہ وہ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے،اوراللہ کے بندوں پر ظلم کرتا ہے۔جب کہ مومن کے لئے امن کی بشارت ہے، وہ مومن جنہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہیں کی۔ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا: کیا تم نے نیک بندے کی نصیحت نہیں سنی۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان:۱۳) یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

جب بندہ ہر قسم کے ظلم سے محفوظ رہتا ہے،شرک کا ظلم، معصیت کا ظلم اور مال ودولت اورعزت وآبرو کے معاملہ میں بندوں پر ہر قسم کے ظلم سے محفوظ رہتا ہے تو ایسے شخص کو دنیا وآخرت میں امن کامل اور ہدایت کاملہ حاصل ہوتی ہے۔شرک اکبر کرنے والا،معصیت کے ذریعہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والا،حقوق ادانہ کرنے والا، ہر وقت خوف وخطر کے سائے میں جیتا ہے،اس کی دنیا وآخرت دونوں خطرات سے گھری رہتی ہیں۔

۳-شرعی حدود کا نفاذ:مسلم حکومتیں شرعی قوانین نافذ کریں۔53 مسلم ممالک میں امن نہ ہونے کی ایک اہم وجہ شرعی قوانین سے دوری ہے، ظالم اور مجرم کو اتنی کڑی سزا دی جائے کہ کوئی شخص دوبارہ اس جرم کی ہمت نہ کرسکے،بیٹیوں کی عزت کی حفاظت کے لئے مجرموں کو سخت سزا ضروری ہے۔

ماضی وحال کا ایک مجرب نسخہ اور تاریخی سلسلہ ہے کہ جب کسی سرزمین پر اللہ کا قانون نافذ ہوتا ہے تو وہاں امن کی قیادت ہوتی ہے، وہاں کے لوگ پرسکون زندگی گزارتے ہیں۔اور جب کسی سرزمین پر اللہ کے احکام کی پامالی اور حکم عدولی ہوتی ہے تو اسی قدر وہاں کے لوگ خوف اور بے چینی کی زندگی گزارتے ہیں، رزق حلال سے محروم ہوکر طلب دنیا میں حرام ذریعہ معاش اپنا لیتے ہیں،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (النحل:۱۱۲) اوراللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آرہی تھی، پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا۔

ایک دوسرے مقام پر اسی معنی میں آیت بھی وارد ہے:وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا (النور:۵۵) تم لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ہیں،اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا، جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے، اور یقیناً ان کے لئے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جمادے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے،اوران کے خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

۴-عدل وانصاف کا قیام: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل:۹۰) اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے، وہ خود تمہیں نصیحتیں کررہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اس آیت کے مخاطب صرف مومن یا مسلمان ہی نہیں بلکہ دنیا کا ہر انسان ہے، جس پر عمل پیرا ہوکر وہ دنیا کی مختصر سی زندگی کو کارآمد بنا سکتا ہے بلکہ اپنی آخرت کو بھی سنوار سکتا ہے، اگر وہ مسلمان ہے۔ پہلا حکم عدل کرنے کا ہے۔عدل کے معنی انصاف کرنے کے ہیں یعنی ایک انسان دوسرے انسان سے اس دنیاوی زندگی میں انصاف سے کام لے۔ کسی کے بھی ساتھ دشمنی،عناد،محبت یا قرابت کی وجہ سے انصاف کے تقاضے مجروح نہ ہوں۔دوسرے معنوں میں اسے اعتدال بھی کہہ سکتے ہیں۔یعنی کسی بھی معاملے میں افراط یا تفریط کا ارتکاب نہ کیا جائے۔حتیٰ کہ دین کے معاملات میں بھی کیوں کہ دین میں افراط کا نتیجہ لامحالہ غلو ہے جو اسلام کے نزدیک ایک مذموم حرکت ہے اور تفریط دین میں کوتاہی کرنے کے ہیں جو بذات خود ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔

عدل کے ایک اور معنی برابر کرنے کے ہیں۔میزان یا ترازو کو بھی عدل اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے دونوں پلڑے برابر ہوتے ہیں۔ ذرا سی بھی اونچ نیچ عدل کے

اورانصاف کے منافی ہوگی۔حشر کے میدان میں بھی اللہ تعالیٰ اپنی میزان نصب کرے گا جس میں بندوں کے اعمال تولے جائیں گے۔میزان عدل کے آگے کسی اورناپ تول کا نظام نہیں چلے گا۔کیوں کہ وہ بڑا ہی عادل اور بڑا ہی انصاف کرنے والا ہے۔

عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنا حاکم ورعایا سب پر یک ساں ہیں۔ حکام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا: وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (النساء:٥٨) ''اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے کرو یقیناً وہ بہتر چیز ہے اس کی نصیحت تمہیں اللہ کر رہا ہے، بے شک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔''

اسی ضمن میں نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث میں یہ حکم وارد ہے کہ ''حاکم جب تک ظلم نہ کرے اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ ظلم کا ارتکاب شروع کر دیتا ہے تو اللہ اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔'' (ابن ماجہ کتاب الاحکام)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عادل حاکم، ظالم مسلمان حکمراں سے افضل ہے۔

ایک اور مقام پر بلا تخصیص عوام وخواص سے فرمایا گیا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (المائدہ:٨) ''اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔'' (المائدہ)

قیامت کے دن جن سات خوش نصیبوں کو عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی ان میں عدل کرنے والا حکمراں بھی شامل ہوگا، اس لئے کہ عدل وانصاف سے دنیا میں حقیقی امن قائم ہوگا۔ظلم سے سماج میں بغاوت اور بے چینی پیدا ہوتی ہے۔

۵-سودی کاروبار سے دوری: معاشی امن کے لئے حرام ذرائع رزق اور سودی کاروبار سے دوری اختیار کرنی ضروری ہے۔

آج ہم میں سے ہر آدمی چاہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اس کے پاس دولت ہو جائے۔حرام ہو، یا حلال ہو، کسی کا حق چھینتا ہو، سود ہو، رشوت ہو، ان چیزوں کی اسے پرواہ نہیں۔بس زیادہ سے زیادہ میرے پاس دولت ہونی چاہیے۔

میرے بھائیو! اگر آپ کے مال میں امن وامان نہیں ہے، یعنی حلال مال نہیں ہے آپ کی معیشت حرام سے پروان چڑھ رہی ہے تو جان لیجئے، تو ایسی صورت میں سماج میں کبھی امن نہیں قائم ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ (البقرہ:٢٧٦) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے، صدقات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گنہ گار سے محبت نہیں کرتا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ (البقرہ:٢٧٩) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ، ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا حق ہے، نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

بتاؤ کونسی طاقت ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے جیت پائے گی، یہ اس پر لعنت برسے گی سود خور پر۔آج ہمارے معیشت حرام، رشوت اور اسی طرح سے فکس ڈپوزٹ یا بینکوں کا سود یا اسی طرح سے اورنا جانے کاروبار کے کیسے کیسے طریقے سود کے ہماری معیشت میں داخل ہے۔اس کا واحد علاج ایمان اور تقویٰ ہے۔آپ کا ایمان، آپ کا تقویٰ جس درجہ مضبوط ہوگا، آپ کی معیشت بھی حرام روزی سے پاک رہے گی۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

يا ايها الناس، ان الله طيب لا يقبل الا طيبا، وان الله أمر المومنين بما أمر به المرسلين، فقال تعالى يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (المومنون:٥١) وقال: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (البقرہ:١٧٢) ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر، يمد يديه الى السماء، يارب، يارب ومطعمه حرام، ومشربه حرام، وملبسه حرام، وغذى بالحرام فأنى يستجاب له؟ (مسلم:١٠١٥)

اللہ تعالیٰ پاک ہے پاکیزہ چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے۔پھر فرمایا: اے رسول ﷺ اچھی چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، جب بندہ حلال روزی کھائے گا اس کا ضمیر زندہ رہے گا، اس کو عبادتوں میں لطف ملے گا، حرام کھائے گا اس کا ضمیر مرجائے گا، اس کو عبادتوں میں لطف نہیں ملے گا، اس لئے میرے بھائیو! اپنی معیشت کو، اپنی اقتصادیت کو، اپنے کاروبار کو ہمیں امن فراہم کرنا ہوگا۔حرام کی جو یلغار ہے اس سے معیشت کو پاک کرنا ہوگا اور حلال ہی امن وامان کا ذریعہ ہے۔

☆☆☆

فلاح دنیا وآخرت

مولانا ذکاء اللہ فیضی بستوی

برادران اسلام! دنیا میں رہتے ہوئے جولوگ کسی دین اور مذہب کے پابند نہیں اور جن کا دین اور مذہب اگر کچھ ہے بھی تو صرف یہی کہ جو کچھ ہے پس یہی دنیا اوراس کا عیش وآرام ہے اس کے سوا یا اس کے بعد کچھ نہیں۔ آخرت اور آخرت کے عذاب وثواب محض خیالی پلاؤ ہے انسان کی دوسری دنیا میں اپنے اعمال وافعال کا جواب دہ نہیں۔ نہ وہ کسی قانون وضابطہ کا پابند ہے۔ جس پر عمل کرکے آخرت کی فلاح و بہبودی حاصل کر سکے۔ وہ مثل خس وخاشاک کے پیدا ہوتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد فنا ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کا میدان طبع سوائے اس کے اور کسی طرف نہیں ہوتا کہ وہ دنیا میں بلا امتیاز جائز وناجائز اور بغیر لحاظ حرام وحلال کے خوب عیش وآرام کریں اور چھرے اڑائیں اور کہتے پھریں کہ میاں اب تو آرام سے گزرتی ہے عاقبت کی خدا جانے۔

میرا روئے سخن ایسے لوگوں کی طرف نہیں بلکہ میرے مخاطب وہ حضرات ہیں جو مانند شتر بے مہار کے نہیں بلکہ کسی دین ومذہب سے تعلق رکھتے ہیں کسی قانون وضابطہ کے پابند ہیں اوراس بات کا یقین واعتقاد رکھتے ہیں کہ ہماری یہ دنیاوی زندگی چندروزہ ہے ایک دن موت کا مزہ ضرور چکھنا پڑے گا۔ اور ایک دن ایسا بھی پیش آنے والا ہے کہ اس دن ایک احکم الحاکمین کے سامنے اپنے اچھے یا برے افعال واقوال اور حرکات وسکنات کی جوابدی کرنا پڑے گی اور ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا۔

اس مسئلہ میں ان پابند دین ومذہب کے لوگوں کی مختلف رائیں ہیں ایک گروہ کا خیال ہے کہ ”الدنیا زور لایحصل الا بزور“ یعنی دنیا کیا ہے؟ ایک مجموعہ دغا وفریب مکر اور جھوٹ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اس لئے دنیاوی مال ومنال جاہ وجلال اور عیش وعشرت کے حصول میں مکروفریب وغیرہ کے بغیر چارہ کار نہیں۔ رہی آخرت تو اس کی درستی اور سنوارنے کے واسطے نماز، روزہ، حج، زکوۃ پوجاپاٹ، برت، جائزہ، دان، پن وغیرہ عبادتیں کافی ہیں اوراس طریقے عمل سے دین ودنیا دونوں حاصل ہو سکتی ہیں۔

دوسرا گروہ کہتا ہے۔

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

یعنی خدا کو بھی چاہنا اوراس کے ساتھ ہی دنیا کو بھی چاہنا ناممکنات میں سے ہے۔ بلکہ ایسا خیال نہ صرف مشکل ہے بلکہ دیوانگی ہے کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ایک بادشاہت میں بیک وقت دو بادشاہ نہیں ہوتے اسی طرح ایک دل میں بیک وقت دو کام نہیں ہو سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ دین ودنیا ایک دوسرے کے نقیض ہیں، دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ دنیا کے کام آخرت کے لئے اور آخرت کے کام دنیا کے لئے غیر مفید بلکہ سخت مضر ہیں۔

اس گروہ کا خیال یہ ہے کہ دنیاوی تعلقات کی وجہ سے انسان ضرور بالضرور خدا سے غافل ہو کر بے دینی میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لئے طالبان آخرت کو لازم ہے کہ دنیا اور دنیا کے تمام جھگڑوں وبکھیڑوں کو ترک کریں۔ بیوی بچوں کو چھوڑ کر، عزیز واقرباء سے منہ موڑ کر، دوست واحباب سے رشتہ محبت توڑ کر، جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کریں، درختوں کے پتے یا ان کے کٹھے کسیلے جیسے بھی دستیاب ہوں پھل کھائیں جنگلوں کی جڑی بوٹیوں اور ساگ پات پر گذارہ کریں، سخت سے سخت عبادات وریاضات برداشت کریں تب جا کر کہیں عاقبت بخیر ہونے کی امید ہو سکتی ہے ورنہ دنیا میں پھنس کر نجات اخروی کی کوئی سبیل نہیں۔

قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے دنیا اور آخرت حاصل کرنے کی ہدایات فرمائی ہیں اوران دونوں میں گہرا تعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ (المائدہ:۸۷)

یعنی اے ایمان دار لوگو! جو اچھی اور پاک وصاف چیزیں اللہ پاک نے تمہارے واسطے حلال اور جائز کی ہیں ان چیزوں کو اپنے اوپر حرام مت کرو اور حد شریعت سے بھی نہ بڑھو کہ حرام وناجائز چیزوں کو بھی بلا تمیز کھانے لگو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد شریعت سے بڑھنے والوں کو قطعی دوست نہیں رکھتا اور جو حلال اور پاک روزی تم کو اللہ پاک نے اپنی رحمت سے عطا فرمائی ہے اس کو بلا خوف وخطر کھاؤ پیئو اور اللہ پاک سے ڈرتے رہا کرو کہ جس نے تم کو مومن بنادیا ہے۔

مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اس آیت شریفہ کا شان نزول یوں بیان فرمایا ہے کہ ایک روز بہت سے حضرات اصحاب کرام رضی اللہ عنہم رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ روز قیامت اوراس کے شدائد کا ذکر فرمارہے تھے جس سے حاضرین کے دل پر بڑا اثر ہوا اوران کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اس واقعہ کے بعد بعض اصحاب نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے مکان پر جمع ہو کر باہم مشورہ کیا کہ ایسی نازک حالت میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیے بالآخر سب

نے اس بات پر اتفاق کیا کہ دن کو ہمیشہ روزہ رکھا کریں اور تمام تمام رات عبادت الٰہی میں مصروف رہیں، بستروں پر رہنا قطعی بند کردیں، گوشت وغیرہ لذیذ غذائیں نہ کھایا کریں عورتوں سے معاشرت ترک کردیں، خوشبو نہ لگائیں، موٹا جھوٹا معمولی لباس پہن کر چند روزہ زندگی کے دن گزار دیں اور تمام تعلقات دنیاوی سے قطع تعلق کرلیں اور اسی حالت میں سفر آخرت کریں گویا بالکل راہبانہ اور جوگیانہ زندگی بسر کر کے دنیا سے گزر جائیں۔

جب یہ خبر نبی اکرم خاتم رسالت ﷺ کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے سب کو بلایا چنانچہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ مع اپنے ہم خیال رفقاء کے دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! میں نے سنا ہے کہ تم سبھوں نے اس قسم کا عہد کیا ہے اس پر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بے شک جو کچھ حضور نے سنا ہے بالکل صحیح ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری نیت بخیر ہے اور اس عہد سے ہماری سب کی غرض یہ ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کر کے قیامت کی پکڑ سے بچے رہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس کام کے لئے مامور نہیں ہوا؟۔ لوگو! جیسا تم پر اللہ کا حق ہے ویسے تمہارے اوپر تمہارے نفس کا بھی حق ہے۔ اس لئے تم کو چاہیے کہ کبھی روزہ رکھو اور کبھی نہ رکھو۔ کبھی سوجاؤ کبھی عبادت کے لئے کھڑے ہوجاؤ کیونکہ میں بھی روزہ رکھتا ہوں اور افطار کردیتا ہوں۔ کبھی رات بھر عبادت میں مصروف رہتا ہوں، کبھی سوتا بھی ہوں۔ گوشت، چربی، عمدہ چیزیں بھی کھاتا ہوں۔ اپنی بیویوں کے ساتھ معاشرت بھی کرتا ہوں۔ پس جو شخص میرے طریق سے روگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں کو جمع کر کے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانو! ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جنہوں نے بلا وجہ دنیاوی خواہشات اور نعمتوں کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔ میں نے تم کو کبھی یہ حکم نہیں دیا کہ تم عیسائی عابدوں اور راہبوں کی طرح بن جاؤ۔ میری شریعت میں یہ بات نہیں ہے کہ مسلمان گوشت کھانا ترک کردیں۔ عورتوں کے ساتھ معاشرت سے اجتناب کریں اور راہبوں کی طرح تعلقات دنیاوی کو چھوڑ چھاڑ کر گوشہ نشین بن جائیں۔ میری امت کی شناخت یہی ہے کہ گاہے گاہے روزہ رکھیں ان کی رہبانیت بس یہی ہے کہ راہ خدا میں جان و مال سے کوشش کریں۔ اے لوگو! خدا کی بندگی کرو کسی کو اس کا شریک نہ سمجھو، حج اور عمرہ بجالاؤ، نماز پڑھو، روزہ رکھو مگر ہر ایک کام میں اعتدال اور میانہ روی کو نہ چھوڑو اور اپنے نفسوں پر سختی نہ کیا کرو تا کہ خدا بھی تم پر سختی روا نہ رکھے۔ جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں ان کو انہیں باتوں نے ہلاک کیا کہ انہوں نے اپنے نفسوں پر سختی کی اس لئے خدا نے بھی ان پر سختی کی۔

اس کے بعد آیت مذکورہ بالا نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی غلط فہمیوں کی تردید اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی تائید فرمائی۔

دوسری جگہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (الاعراف:۳۲) یعنی اے پیغمبر آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ زینت کے سامان اور طیب وطاہر کھانے پینے کی چیزیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہیں ان کو کس نے حرام کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ وجہ حلال سے روزی حاصل کرنے اور زینت وآرائش کے جائز سامان مہیا کرنا جیسے عمدہ لباس وغیرہ پہننا منع نہیں ہے بلکہ شکر گزاری اور اظہار نعمہائے خداوندی کے واسطے ضروری ہے اور خود اللہ پاک اس بات کا حکم دیتا ہے کہ واما بنعمة ربك فحدث یعنی اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں کا ذکر اور ان کا اظہار کرو کہ یہ بھی شکر گزاری کا ایک طریقہ ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں سیکڑوں جگہ فرمایا ہے کہ جس سے دینی اور دنیاوی تعلقات کا اظہار ہوتا ہے مثلاً ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم خیرات وصدقات وزکوۃ ادا کریں، غریبوں، محتاجوں کی دستگیری کریں، عزیزوں اور رشتہ داروں کی خبر گیری کریں اور ان سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ پس یہ سب کام اگر حکم الٰہی کے ماتحت ہو کر کئے جائیں تو عین دین داری کے کام ہیں اور انہیں کاموں میں فوائد دنیاوی بھی مضمر ہیں کیونکہ جب کوئی شخص کسی کے ساتھ ذرا بھی احسان کرتا ہے تو وہ شخص جس کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے ہر وقت اپنے محسن کا ہمدرد اور جاں نثار رہتا ہے اور جہاں اس کے محسن کا پسینہ گرتا ہے وہ اپنا خون بہانے کو تیار ہوجاتا ہے۔ مگر یہ سب کام اس وقت تک نہیں ہوسکتے جب تک پاس مال ودولت نہ ہو، وہ نہ فریضہ زکوۃ ہی ادا کرتا ہے جو عین دینی کام ہے اور نہ ہی نفلی صدقات وخیرات دے سکتا ہے۔ نہ وہ کسی رشتہ دار سے حسن سلوک سے پیش آسکتا ہے نہ کسی غریب محتاج کی دستگیری وحاجت براری کرسکتا ہے اور مالی سرمایہ بجز کسب معاش، تجارت، ملازمت، صنعت وحرفت اور کاشتکاری وغیرہ کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ جبھی تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ سورہ جمعہ کے دوسرے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے کہ

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (جمعه:۱۰) جب تم جمعہ کی نماز پڑھ چکو تو روزی تلاش کرنے کو زمین پر پھیل جاؤ اور خدا کا فضل بذریعہ تجارت وغیرہ اپنی روزی تلاش کرو اور اس کے ساتھ ہی اللہ کو زیادہ یاد کرو شاید تم فلاح پاجاؤ۔

اسلام میں جس طرح کلمہ طیبہ، نماز، روزہ اور زکوۃ ارکان اسلام اور فرائض خداوندی ہیں۔ اسی طرح حج بیت اللہ بھی ایک اسلامی رکن اور فریضہ الٰہی ہے اور جو ہر مستطیع پر تمام عمر میں ایک بار فرض ہے مگر بغیر دنیاوی مال ودولت کے اس دینی فریضہ کو کوئی نہیں ادا کرسکتا جو مفلس اور نادار ہوگا وہ ہمیشہ اس فریضہ سے محروم رہے گا۔ پھر اگر کوئی صاحب استطاعت حج کو جائے اور اس کے ساتھ میں کوئی جائز تجارتی سلسلہ بھی قائم کرے تو کچھ گناہ نہیں دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ (البقرہ:۱۹۸) یعنی اگر حج بیت اللہ کے ساتھ ساتھ تم اپنے پروردگار کے فضل وکرم سے تجارت وغیرہ کی قسم کا کوئی دنیاوی فائدہ اٹھانا چاہو تو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔

اس آیت سے تعلقات دین ودنیا پر کیسی اچھی روشنی پڑتی ہے اور کتنا بہترین ثبوت ملتا ہے ہمیں مذہبی احکام دینے والا خدا یہ بھی چاہتا ہے کہ ہم اتنے بڑے اجتماع سے جو حج کے موقع پر ہوتا ہے فریضہ خداوندی ادا کرتے ہوئے دنیاوی فائدے بھی اچھی طرح اٹھائیں اور عبادت الٰہی حج کے ساتھ ساتھ اپنی تجارت کو فروغ دے کر دنیاوی منافع بھی حاصل کریں۔

سچ ہے اسلام ہی دنیا میں ایک ایسا مذہب ہے، جس کا دین، دنیا سے جدا نہیں ہے۔ اسلام اگر ایک طرف عبادات وریاضات کی تعلیم دیتا ہے تو اس کے ساتھ ہی دوسری طرف حصول مال ودولت کی تدابیر بھی بتاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے متعلقین کی خبر گیری کا بھی حکم دیتا ہے ہاں جہاں اسلام اپنے متبعین کو خدا ورسول ﷺ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وہ راہبوں کی طرح گوشہ نشین ہوکر اور تمام تعلقات دنیاوی اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر اور عزیز واقرباء دوست واحباب سے منہ موڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں میں رہ کر زندگی بسر کرنے کو پسند نہیں کرتا اسی وجہ سے خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

لا رهبانية في الاسلام اسلام میں ترک تعلقات دنیاوی کی تعلیم نہیں ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں کسی قدر رہبانیت کی سی جھلک نظر آتی ہے۔ لیکن چونکہ خود خاتم المرسلین ﷺ کی مقدس تعلیم اور ذات مقدس، مسلمانوں میں موجود تھی اس وجہ سے اس قسم کے راہبانہ خیالات کچھ ترقی نہ کر سکے اور دب کر رہ گئے اور نبی اکرم ﷺ کا ہمیشہ یہ ارشاد رہا کہ خدا نے رہبانیت کے عوض میں ہم کو آسان اور سیدھا مذہب عطا فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد عالی ہے۔ ''حبب لى من دنياكم ثلاث الطيب، والنساء، وجعلت قرة عيني في الصلوة'' میرے دل میں خوشبو اور عورت کی محبت پیدا کردی گئی ہے اور اس کے ساتھ ہی نماز میں بھی میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے اور فرمایا ''الدنيا متاع وخير متاع الدنيا المرأة الصالحة'' دنیا فائدہ حاصل کرنے کی چیز ہے اور دنیا کا بہترین فائدہ نیک عورت ہے۔ ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسے خزانہ سے مطلع نہ کروں؟ جو سب سے بہتر ہے اور وہ نیک عورت ہے کہ جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اس کو خوش کردیتی ہے اور جب وہ اس سے کسی کام کو کہتا ہے تو فوراً تعمیل حکم کرتی ہے اور جب وہ کہیں باہر چلا جاتا ہے تو اس کے گھر، مال ودولت کی حفاظت کرتی ہے۔

جو لوگ نکاح کرنے کو مذہبی زہد وتقویٰ کے خلاف سمجھتے تھے نبی کریم ﷺ نے ان کی ہدایت اس طرح فرمائی ہے کہ تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم نکاح کرو کیونکہ میں اور امتوں کے مقابلے میں تمہاری بڑھی ہوئی نسلی تعداد پر فخر کروں گا۔

ابوداؤد شریف میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک دمشقی سردار، خاتم النبین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بسلسلہ گفتگو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں دن کو ہمیشہ روزہ رکھا کرتا ہوں اور رات رات بھر نوافل نماز پڑھتا رہتا ہوں اور اپنے تمام اعزہ واقرباء اور دوست واحباب سے کنارہ کشی اختیار کر کے جنگل میں رہ کر زندگی بسر کرتا ہوں اور میرا خرچ میرے بعض رشتہ دار برداشت کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ طریقہ اسلامی نہیں ہے اسلامی زندگی تو یہ ہے کہ اللہ کا بھی حق ادا کرو اور اس کے بندوں کا بھی حق ادا کرو پھر ارشاد فرمایا کہ دیکھو انـــــے انام، واصلي اصوم وافطر وانكح النساء فاتق الله فان لا هلك عليك حقا وان لنفسك عليك حقا فصم وافطروصلي ونم میں سوتا بھی ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے خانہ داری کے تعلقات بھی رکھتا ہوں پس تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو اور یاد رکھو کہ تم پر اہل وعیال کا بھی حق ہے تمہارے اوپر تمہارے نفس کا بھی حق ہے اس لئے چاہیے کہ تم روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، نمازیں بھی پڑھو اور آرام بھی کرو۔ لیکن ان تعلقات کے ساتھ اسلام نے انتہا درجہ کی نمائش اور آرائش کی بھی ممانعت کی ہے کہ ان کی وجہ سے لوگوں میں رعونت، غرور، گھمنڈ اور خودبینی نہ پیدا ہوجائے اور اپنے سامنے اپنے کم درجہ کے لوگوں کو ذلیل سمجھنے لگیں اور بالکل دنیا کے بندے ہوکر رہ جائیں۔

ایک اور حدیث میں رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند ہمارے مالوں میں برکت عطا فرما اور ہم میں اور ہمارے مالوں میں جدائی نہ ڈال کیونکہ اگر یہ مال نہ ہوتا تو نہ ہم روزے رکھ سکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے اور نہ اپنے پروردگار کے فرائض (مثلا زکوۃ وحج وغیرہ) ادا کر سکتے ایک اور حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ جو شخص وجہ حلال سے مال جمع کرنا پسند نہ کرے، ایسا مال جس سے اپنی آبرو محفوظ نہ رکھ سکے، اپنا قرض ادا نہ کر سکے اور رشتہ داروں کے حقوق نہ ادا کر سکے۔ اس شخص میں کوئی خوبی نہیں۔

علی ہذا القیاس دولت کو جمع کر کے صرف نہ کرنا اور حقداروں کے حقوق ادا نہ کرنا یہ بھی منشاء الٰہی کے خلاف ہے ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سورہ توبہ میں ارشاد فرماتا ہے کہ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (التوبة:۳٤) یعنی جو لوگ چاندی اور سونا یعنی مال ودولت جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے یعنی مستحقین کے حقوق اور فریضہ زکوۃ اور نوافل خیرات وصدقات ادا نہیں کرتے ایسے لوگوں کو اے پیغمبر دردناک عذاب کی خوشخبری جو ان کے واسطے درحقیقت بدخبری ہے سنا دو۔

(بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

تحریر: محمود طراد
ترجمہ: عبدالمنان شکراوی
اہل حدیث منزل، دہلی

مغربیت کے مقابلے میں اسلامی شخصیت کی تعمیر

مسلم سوسائٹی کو تہذیب وتمدن کے میدان میں سب سے زیادہ مشکل کا سامنا اپنے اس ٹولے سے کرنا پڑ رہا ہے جو مغرب کا آلۂ کار بن چکا ہے اور جسے مغربیت نے اپنا دلدادہ بنالیا ہے کیونکہ اس ٹولے کی وجہ سے ایک نیا دین ومذہب وجود میں آ گیا ہے اوراس کی زندگی اور شخصیت میں مغربیت کا پرتو نظر آتا ہے، گرچہ اس میں کچھ اسلامی خصوصیات وعلامات مثلاً نماز، روزہ اور حج ضرور پائے جاتے ہیں لیکن اس کے افکار وخیالات مکمل طور پر خالص مغربی ہیں۔

مسلمان کی الگ اپنی شناخت ضروری: دائرۂ اسلام میں پہلا قدم رکھتے ہی اسلام سکھاتا ہے کہ مسلمان کی اپنے ظاہر وباطن میں ایک مستقل شخصیت اوراپنی الگ ایک پہچان ہو۔اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ تاکہ مسلمان کی اپنی الگ ایک شناخت بنی رہے۔اسی سلسلہ میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:'' تم اپنے سے پہلے کی امتوں کی ایک ایک بالشت اورایک ایک گز میں اتباع کروگے، یہاں تک کہ وہ اگرکسی گوہ کے بل میں چلے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کروگے۔صحابہ نے عرض کیا کہ کیا وہ (پہلے کی امتوں سے مراد) یہود ونصاریٰ ہیں ؟ آپ نے جواب دیا: پھراورکون۔'' یعنی اگرمیری مراد وہ نہیں تو پھر کون ہے؟ یہی نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہود ونصاریٰ کی ظاہری مشابہت سے بھی منع فرمایا ہے چنانچہ ایک موقعہ پر فرمایا:'' یہود ونصاریٰ (سفید بالوں کو) رنگتے نہیں لہٰذا تم رنگو۔''(بخاری ومسلم) مخالفت کے سلسلے میں اور بھی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی۔

الگ شناخت کی حکمت ومصلحت: اس کی سب سے بڑی حکمت ومصلحت یہ ہے کہ اگراپنی ایک الگ شناخت وپہچان ہوگی تو اسے اپنے دین ،تہذیب اوراپنے پیشواؤں جن میں سرفہرست انبیاء کرام، ان کے نیک پیروکار، صحابۂ کرام، تابعین اورائمہ عظام ہیں ان سب سے وفاداری وہمدردی رہے گی جس سے مسلمان کی زندگی میں کوئی نقص نہ رہے گا اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے افکار وخیالات کے حاملین ان پراپنا تسلط قائم نہ کرسکیں گے۔

ثقافتی تبادلے کی شرعی حیثیت: ابتدائے اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ایک یہودی صحیفہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو منع فرمایا۔ممانعت کی حکمت یہ تھی کہ جب تک انسان کے ذہن ودماغ میں صحیح اسلامی مفاہیم ومطالب دلائل وبراہین کے ساتھ پوری طرح راسخ وپیوست نہ ہوجائیں، شکوک وشبہات پیدا کرنے والی چیزوں سے احتراز کیا جائے۔ تبھی تو مسلم علماء دوسروں کے افکار وخیالات پر نقد وجرح اور ان کی تردید کرسکیں گے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث: طلب العلم فريضة (دین کا طلب کرنا فرض ہے) شرعی ضابطوں کے ساتھ تمام علوم کو شامل ومحیط ہے۔یہ تہذیبی تبادلہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں شروع ہو چکا تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابۂ کرام کو ہتھیار کی صنعت کی ٹریننگ کے لئے یمن بھیجا تھا اسی طرح عبرانی زبان سیکھنے کے لیے صحابہ کو بھیجا گیا تھا۔

شرعاحرام علوم کا ثقافتی تبادلہ: گزشتہ باتیں جائز علوم کے سلسلہ میں تھیں۔جہاں تک شرعا حرام علوم کا تعلق ہے تو ان کے سیکھنے پر اقدام جادو کی ہی طرح ناجائز وحرام ہے۔رہی بات حرام اور باطل عقیدوں کی تو ان کا سیکھنا خواص اورمخصوص صفات کے حامل لوگوں کے لیے جن کو پہلے سے اسلامی علوم کا ادراک ہو، جائز ہوگا جس کا مقصد تنقید، تشخیص، اصلاح اور مسلم معاشرے کو بچانا ہوگا۔مسلم علماء میں اس فن کے ماہرین کی بڑی تعداد رہی ہے جنھوں نے بہت سی بڑی بڑی کتابیں اس فن میں تصنیف فرمائیں۔جن میں امام ابن حزم کی'' الفصل في الملل والنحل'' بہت مشہور ہے۔اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے زندگی بھر یونانی فلسفہ کا مطالعہ کیا اوراس پر بھرپور رد فرمایا۔

تہذیبی تبادلے سے قبل:

۱۔مسلمان کے ذہن ودماغ میں اسلامی تہذیب وثقافت کو پختہ وراسخ کرنا بہت اہم اورضروری ہے۔بعثت کے اولین سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابۂ کرام کے ساتھ یہی معمول تھا۔اور یہ وہ تہذیب وثقافت ہے جس کا تعلق مضبوط اسلامی عقیدہ اورمقدس مآخذ ومصادر یعنی کتاب وسنت اوراسلامی وراثت کے ساتھ مخصوص ہے جو ہمیشہ طعن وتشنیع کا نشانہ بنی رہتی ہے۔تہذیب وثقافت کی پختگی کا فائدہ یہ ہوگا کہ ایک مسلمان تہذیبی جنگ سے ہمیشہ محفوظ رہے گا۔

۲۔مسلمان کے لئے عزت، پاکدامنی اورشرافت جیسی اسلامی قدروں کو بھی ذہن ودماغ میں بٹھانا اور برتنا بے حد ضروری ہے۔جبکہ غیر مسلم ممالک کے ساتھ ثقافتی تبادلہ ہمیشہ غیر اسلامی مغربی اقدار کے مجموعے کی مارکیٹنگ پر ہی مشتمل ہوتا ہے۔یعنی ان کی تمام تر توجہ تجارتی امور کے اقداراوران کی کامیابی پر مرکوز رہتی ہے۔

۳۔ثقافتی تبادلے کی انجام دہی جن افراد کو تفویض کی جائے، ان کے انتخاب میں انتہائی اہتمام وسنجیدگی کا مظاہرہ کیا جائے اور بھرپور توجہ دی جائے۔ چنانچہ اس کے لیے اپنے فن کے ماہرین کو فوقیت دی جائے نیز اہل علم پر ہی بھروسہ کیا جائے ساتھ ہی بغیر مہارت وتجربہ کے اس جیسے امور میں جو بیجا لب کشائی کرے اس کو مجرم تصور کیا جائے۔ بصورت دیگر لوگوں کے گمراہ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

ثقافتی تبادلے اور فکری جنگ کا فرق: ثقافتی تبادلہ ایک تہذیبی وتمدنی ضرورت ہے تاکہ مختلف تہذیبوں کے درمیان لین دین کو فروغ دیا جائے۔ اور اس کا مقصد تہذیبوں میں ترمیم واصلاح ہو۔ جبکہ فکری جنگ ایک خطرناک چیز ہے جس کا مقصد تہذیبوں کی اصلاح نہیں بلکہ انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور ان پر جھاڑو پھیر دینے کی کوشش ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ثقافتی تبادلہ فریقین کی قوت وطاقت کی دلیل ہوتا ہے جبکہ فکری جنگ جس کے خلاف لڑی جارہی ہے اس کی موجودہ کمزوری پر دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ثقافتی تبادلے میں مثبت قدریں حاصل کی جاتی ہیں جبکہ فکری جنگ میں منفی نتائج کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

فکری جنگ کا نتیجہ شخصیت کو ھڑپنا: ایک مسلمان کے لیے یہ جان لینا بے حد ضروری ہے کہ کسی اور کی جھولی میں جا گرنا نفسیاتی شکست اور اپنے آپ سے راہ فرار اختیار کرنا نیز اپنا ہی بھاری نقصان کرنا ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان کی شخصیت قائدانہ صلاحیت کی مالک اور ہر خرابی سے پاک وصاف ہوتی ہے۔

مسلم شخصیت کی تعمیر کون کرے گا؟: مختلف اداروں کے مجموعی تعاون سے مسلم شخصیت کا وجود عمل میں آئے گا اور اس کی تعمیر ہوگی۔ جن میں سب سے اوپر اس خاندان کی حیثیت ہے جس میں شوہر، بیوی اور اولاد باہمی تعلقات کی قدر وقیمت کو سمجھیں۔ اگر اس ادارے کو اصلاح کی ضرورت ہے تو اصلاح کے تمام منصوبے بروئے کار لائے جائیں گے جو یہ اہم ذمہ داری انجام دے سکیں۔ خاندانی ادارے کا پہلا نمبر ہے کیونکہ وہ پہلی جہت ہے جو انسان کی تہذیب وتثقیف کی خدمت انجام دیتی ہے۔ اسی کے سلسلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ اوینصرانہ او یمجسانہ۔** (بخاری) ترجمہ: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

علمی اور دینی ادارے: ان اداروں کی حیثیت نگراں مشین کی ہے جو ہر اس مواد کو ڈٹیکٹ کر سکے جو اسلامی تہذیب کے لیے خطرہ ہو۔ لہٰذا ان سے یہی امید کی جانی چاہئے کہ وہ ہر زمانے میں ایسے ماہرین فن اور مفکرین پیدا کریں جو تہذیب کا دفاع اور اس کے دیگر پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کے حل کے لیے کام کریں اور رائے عامہ کو ہموار کرنے میں اپنا نمایاں کردار ادا کریں۔ اور چونکہ وہ ملکوں اور سوسائٹیوں کے درمیان ثقافتی تبادلے کے شرعی چینل بھی ہیں اس لئے وہ یہ ذمہ داری ادا کریں اور اندرونی وبیرونی سطح پر پوری نگرانی کریں۔

اس سلسلے میں آخری بات یہ ہے کہ موجودہ دور میں سوسائٹیز اور معاشروں کے درمیان تہذیبی تبادلہ ایک حقیقت اور وقت کی ضرورت بن چکا ہے جس سے راہ فرار اختیار نہیں کی جاسکتی۔ ایسے میں کرنے کا کام یہ ہے کہ ایسے پروگراموں کا اہتمام کیا جائے جن کے ذریعہ مسلمانوں کو باہر سے آنے والی نقصاندہ تہذیبوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔

اسلامی شخصیت کی نمایاں خصوصیات وصفات: اسلامی شخصیت کی کچھ خصوصیات ہیں جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں ذیل میں ہم ان میں جو سب سے اہم اور نمایاں ہیں انہیں کے سلسلے میں گفتگو کریں گے:

۱۔سب کچھ رب کے لیے: اسلامی شخصیت کی سب سے نمایاں اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا پورا وجود رب کے لیے ہوتا ہے۔ اسلامی شخصیت کی ساری تگ ودو اللہ تعالیٰ سے شروع ہو کر اللہ تعالیٰ ہی پر ختم ہوتی ہے۔ اس کے وسائل وذرائع اللہ کی شریعت سے سرمو انحراف نہیں کرتے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے: قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (الانعام:۱۶۲۔۱۶۳) ترجمہ: ”آپ فرما دیجئے کہ یقیناً میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں“

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ (الانعام:۱۶۴) ترجمہ: ”آپ کہہ دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا“

اسلامی شخصیت ہونے کا مطلب ہے کہ اس کا وجود رب کے بنائے ہوئے اصول وضوابط کا رہین منت ہو۔ اور اسلام نے اغراض ومقاصد کو پانے کے لیے جو منہج وطریقہ اختیار کیا ہے وہ خالص رب ذوالجلال کا طریقہ ہے۔ کیونکہ اس کا مرجع وماخذ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کی ہوئی وحی الٰہی ہے۔ یہ طریقہ کسی فرد، گروہ، پارٹی یا عوام کے ارادے سے وجود میں نہیں آیا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارادے اور منشا کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوا ہے۔ اس سے اللہ کا مقصد ہدایت، روشنی، وضاحت، خوشخبری، شفاء اور اپنے بندوں کے لیے رحمت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (النساء:۱۷۴) ترجمہ: ”اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سند اور دلیل آپہنچی اور ہم نے تمہاری جانب واضح اور صاف نور اتار دیا ہے۔“

۲۔ جامعیت و کاملیت: اسی طرح اسلامی شخصیت کی سب سے نمایاں پہچان یہ ہے کہ اس کے اندر جامعیت وکاملیت ہوتی ہے۔ وہ روحانی، مادی اور عقلی تمام ناحیوں سے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے والی اور متوازن ہوتی ہے۔ کوئی حصہ کسی حصہ پر سرکشی نہیں کرتا چنانچہ اس میں کمی وبیشی نہیں ہوتی۔ اسلام میں عیسائیت کی طرح رہبانیت کا تصور نہیں جسے انہوں نے اپنے مذہب میں خود ایجاد کرلیا تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے فرض نہیں کیا تھا۔ اسی طرح مغربی تہذیب کی طرح اسلام میں خالص مادیت بھی نہیں جسے بعض مفکرین نے لنگڑی تہذیب کا نام دیا ہے۔ کیونکہ وہ ایک پیر پر کھڑی ہے۔ بعض نے اسے کانی تہذیب کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ وہ ایک آنکھ یعنی مادیت کی آنکھ سے دیکھتی ہے۔ اسلام نے انسان کو دوٹکڑے نہیں کیا ہے (جیسا کہ دیگر ادیان میں ہے) ایک حصہ روحانی جس کی رہنمائی مذہب کرے اور اسے عبادت خانے تک لے جائے اور دوسرا حصہ مادی جس پر نہ دین کی بالادستی رہے اور نہ ارباب دین کی، اسی طرح اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے بھی کوئی جگہ نہ ہو۔

امتیاز وانفرادیت: اسلام نے اسلامی شخصیت کے امتیاز وانفرادیت کا بڑا اہتمام کیا ہے اور کتاب وسنت کی تعلیمات میں اس کی تاکید کے ساتھ دعوت دی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ سب سے بڑے مربی کے مقام پر فائز تھے کو اس کی بڑی فکر رہتی تھی کہ مسلمانوں کی ایک اپنی الگ شناخت ہو اور وہ دیگر مذاہب وآئیڈیالوجی کے ماننے والوں کے درمیان چنندہ کی حیثیت رکھیں۔ زندگی کے تمام پہلوؤں اور طرز عمل کے تمام نمونوں مثلاً عبادات ومعاملات نقطہائے نظر غرض یہ کہ زندگی کے تمام شعبوں میں ان کی الگ ایک پہچان اور امتیازی شان وبان ہو۔

اعتدال وتوازن: اسلامی شخصیت کی اہم علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ متوازن ومعتدل رہے۔ اس کا میلان نہ افراط وغلو کی طرف ہو نہ تفریط وتقصیر کی طرف۔ ترازو کا کوئی پلڑا زیادہ نہ جھکے۔ دنیاوی زندگی کی ضروریات اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں توازن رہے۔ اور ہر حقدار کو اس کے حق کی ادائیگی ہوتی رہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا ہو، نفس کا جو حق ہے وہ بھی پورا ہو اور روح کا جو حق ہے اس میں بھی کمی نہ رہے۔ عقل کے حق کا بھی خیال رہے۔ شخصیت کی تعمیر میں اس طرح اعتدال وتوازن برقرار رہے گا تو مسلمان سب سے بڑے پیغام کی ادائیگی کو بحسن وخوبی انجام دے سکے گا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں اسی بات کو واضح طور پر بیان فرمایا تھا: میں روزہ رکھتا ہوں اور بغیر روزے بھی رہتا ہوں، رات میں قیام کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ جو شخص میری سنت سے منہ پھیرے گا وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔

(بشکریہ: الفرقان، کویت)

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۸ کا)

شریعت اسلام نے اچھا کھانے، اچھا پہننے اور اوڑھنے اور سامان عیش وآرائش جمع کرنے اور برتنے سے کبھی بھی منع نہیں کیا بلکہ اس سے متمتع ہونا بغرض اظہار شکر گزاری باری تعالیٰ ضروری اور اشد ضروری ہے۔ بشرطیکہ بے اعتدالی، اسراف بیجا اور فضول خرچی کی حد تک نہ پہنچے۔ کیونکہ قرآن پاک میں اس کی صاف صاف ممانعت موجود ہے۔ فرمایا کہ: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَايُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (الاعراف: ۳۱) یعنی ہر جائز چیز کو کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو کیونکہ بیشک وہ خدا فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

دوسری جگہ سورہ بنی اسرائیل میں دولت ومال کو بیجا اور بے موقع خرچ کرنے والوں کے متعلق یوں ارشاد باری ہے: وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (بنی اسرائیل: ۲۶) مال ودولت کو بیجا اور بے موقع مت اڑاؤ کیونکہ بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکر گزار ہے۔ پس تم بیجا خرچ کر کے شیطان کے مانند نہ بنو۔

اسلام کا یہ زریں اخلاقی اصول ہے کہ مال ودولت حق کے ساتھ حاصل کرو اور حق کے ساتھ صرف کرو۔

اسلام نے جس طرح دنیا کے لئے آخرت ترک کرنے کی ممانعت کی ہے اسی طرح آخرت کے واسطے ترک دنیا کی بھی اجازت نہیں دی۔ بزعم خود دنیاوی تعلقات کو ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کرنا یا جنگلوں یا پہاڑوں کے غاروں میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرنے کو دین سمجھنا فطرت انسانی کے خلاف اور تکلیف مالایطاق ہے۔ جو لوگ محبت ومشقت سے دست بردار ہو کر اپنا بوجھ دوسروں پر ڈال دیتے ہیں ان کو ملعون کہا گیا ہے جو لوگ دین کے لئے دنیا کو حاصل کرتے ہیں اور مال ودولت کو نیک کاموں میں صرف کرتے ہیں ان کے لئے دنیا اور مال دنیا مبارک ہے اور ایسی دنیا کے متعلق کہا گیا ہے۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

مگر جو لوگ حلال وحرام میں تمیز نہ کر کے دولت جمع کرتے ہیں اور اس کو ہوا وہوس اور خواہشات نفسانی میں اڑاتے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد سے اور روز قیامت کے عذاب الیم سے غافل ہیں ایسے ہی لوگوں کی شان میں وہ حدیث ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ یعنی دنیا کی محبت تمام گناہوں کی سرتاج ہے۔ مختصر یہ کہ دین ودنیا کا ساتھ گویا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ معاملات دنیا کا کام انجام دینا اور اس کے ساتھ فکر عقبیٰ اعلیٰ درجہ کی دینداری ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو دولت کو اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے بقدر ضرورت صرف کرتے ہیں اور باقی ماندہ سے اپنے بھائیوں کو فائدہ پہنچاتے، غریبوں اور مفلسوں کی امداد کرتے اور دیگر کار ہائے دینی میں بخندہ پیشانی خرچ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو مال ودولت کی زیادتی اور فراوانی کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی اور نہ ایسے لوگ ایک لمحہ کے واسطے خدا اور یاد خدا سے غفلت کرتے ہیں ایسے لوگوں کو تو دنیا میں بھی سرخروئی حاصل رہتی ہے اور آخرت میں بھی سربلندی نصیب ہوتی ہے۔

☆☆☆

مولانا کلیم اللہ عمری مدنی
استاذ جامعہ دارالسلام، عمرآباد

عصری تعلیمی ادارے اور ہماری ذمہ داریاں

دین برحق میں جو اصول اور نظام زندگی بتائے گئے ہیں، اور جو حدیں مقرر کی گئی ہیں، عین فطرت انسانی کے موافق ہیں، جہاں بے اعتدالی آئی ہے، فطرت کے ساتھ بغاوت پیدا ہوئی ہے، نتیجہ میں ساری انسانیت پریشان ہوئی ہے، یورپی تہذیب کا برا ہو جہاں مساوات مرد وزن کے نعرہ بلند کئے گئے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ کالج، کلب، پارٹیوں میں آزادانہ اختلاط اور ننگے پن نے شہوتی جذبات کو اس طرح ابھارا کہ نکاح کا صحیح طریقہ ناکافی ثابت ہوا، جنسی تعلقات کی آزادی، نئے لٹریچر، فحاشی کو فطری عمل قرار دیا، نتیجہ میں نکاح سے زائد طلاقیں عام ہوئیں، عورت کی معاشی استقلال نے طلاق کی کثرت میں اضافہ کیا، حالانکہ اسلام کی نظر میں مرد عورتوں پر حاکم بنائے گئے ہیں، نفقہ کی ذمہ داری مرد پر ہے، نان ونفقہ کی کوئی ذمہ داری عورت پر نہ ڈالی گئی ہے،

انسائیکلو پیڈیا آف برطانیا ۱۹۸۴م نے بتایا کہ طلاق کی شرح میں اضافہ کا سبب عورتوں میں کمانے کا شوق اور مرد کا محتاج نہ ہونا ہے۔ نیز امریکی اخبار The Plaine Truth 1987 کے مطابق فرانس میں 80% شادیاں طلاق پر ختم ہوتی ہیں، کناڈا میں 40% اور امریکہ میں 50% شادی بیاہ طلاق پر ختم ہوتی ہیں، نیز امریکہ میں دس عورتوں میں سے چھ طلاق کا تجربہ کر چکی ہیں، برطانیہ میں ہر پانچ بچوں میں ایک ناجائز بچہ پیدا ہوتا ہے، اس طرح کے بچے سرکاری اداروں میں پلتے اور سماج میں مجرمانہ سرگرمیوں کے لئے مشہور ہوتے ہیں، مغربی ممالک میں BROKEN HOUSES یعنی اجڑے گھر بہت ہیں، جہاں سے مجرمانہ کردار ابھرتے ہیں، انسائیکلو پیڈیا آف برطانیہ ۱۹۸۴م کے مطابق ناجائز اولاد نفسیاتی بے اعتدالی کا شکار ہوتے ہیں، امریکہ میں ہر سال تقریبا ۳۰۰ بچے والدین ہی کو قتل کر دیتے ہیں، نوجوان Depression کا شکار ہیں، افسردگی غالب ہے، دوسری طرف آزاد صنفی تحریک کے نتیجہ میں کم عمر لڑکیاں مانع حمل گولیاں استعمال کرنے پر مجبور ہیں، اس سے بھی زیادہ افسوس ناک صورتحال یہ بھی ہے کہ ۱۵، اور ۱۶ سال کی لڑکیاں ماں بنتی جارہی ہیں، ایڈز جیسی مہلک بیماریاں پھیلتی جارہی ہیں، جب کہ اسلام کی نظر میں نکاح سماج اور انسانیت کے لئے باعث رحمت اور زنا باعث زحمت اور عذاب الٰہی کا موجب ہے، امریکہ جیسے ترقی یافتہ ممالک نے بیسویں صدی کے اواخر میں محسوس کیا ہے کہ جس چیز کو اس نے ترقی کا زینہ سمجھا تھا وہی بربادی، خاندانی نظام کی تباہی اور انتشار کا سبب بنا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن وحدیث اور احکام شرعیہ کی تعلیم کو تمام دوسرے علوم پر فوقیت وبرتری حاصل ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانی زندگی میں جن علوم کی ضرورت پیش آتی ہے، وہ سب علم نافع میں شامل ہیں، اور ضروری ہے کہ مسلمان اپنے دینی تعلق کو قائم رکھتے ہوئے ان علوم میں آگے بڑھیں؛ تاکہ وہ ایک باعزت قوم کی حیثیت سے دنیا میں زندگی گزار سکیں، اور انسانیت کی خدمت کرسکیں، اس کے لئے اس تعلیم کا حاصل کرنا ضروری ہے، جس کو آج کل عصری تعلیم یا انگریزی تعلیم کہا جاتا ہے، لیکن افسوس کہ یہ نظام تعلیم مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں ہے، اب تو مغربی ملکوں میں بھی اور ہمارے ملک میں بھی تعلیم کو خدا بیزاری کی طرف لے جانے کا ذریعہ بنادیا گیا ہے، تمام مسلمان ایک مشکل صورت حال سے دوچار ہیں کہ انہیں اپنی نسلوں کو دین پر ثابت قدم رکھنا بھی ضروری ہے اور زیور تعلیم سے بھی آراستہ کرنا ہے۔

اس پس منظر میں درپیش مسائل اور ان کا ممکنہ حل پیش خدمت ہے:

۱- اسلامی ماحول میں مطلوبہ معیار تعلیم کے مطابق عصری علوم پڑھانے کی غرض سے مناسب اور معیاری اسکول اور کالجس قائم کرنا امت محمدیہ پر واجب کفائی ہے۔

۲- نیز ایسے ادارے اگر مسلمانوں کے زیر انتظام ہوں تو نصاب تعلیم میں غیر شرعی افکار ونظریات سے کلی طور پر اجتناب ضروری ہے، بعض اسکولوں میں غیر شرعی افکار مثلاً ڈارون ازم، فرائڈ کا نظریہ جنس، غیر اخلاقی مضامین مثلاً میوزک، ڈانس، جنسی تعلیم اور تاریخ کے نام پر غیر معقول دیومالائی کہانیاں پڑھائی جاتی ہیں جو معصوم بچوں کے ذہنوں کو مسموم کرنے کی کوشش ہے، اسکول اگر مسلم افراد یا تنظیموں کے زیر اثر ہوں تو مسلم قوم کے لئے ضروری ہے کہ نصاب تعلیم میں اسلامیات کو بھی شامل کریں، تاکہ نئی نسلیں بچپن سے ہی اسلامی علوم ومعارف سے متعارف ہوں، خصوصا اسلام کی بنیادی تعلیمات یعنی صحیح اسلامی عقائد، عبادات سے متعلق معلومات، اور معاملات ومعاشرت وغیرہ سے متعلق بنیادی ضروری معلومات سے آگاہی حاصل کریں، نیز غیر اسلامی افکار ونظریات اگر داخل نصاب ہوں، یا ان اسباق کی تدریس لازمی ہو تو ایسی صورت میں نقد وتبصرہ کے ساتھ اسلامی اور غیر اسلامی نظریات کے درمیان فرق کو واضح کرنے کے ساتھ پڑھانا چاہئے، خیر اور شر کے درمیان فرق واضح کرنا اور اسلام کی حقانیت کو دلائل کی روشنی میں واضح کرنا بھی مسلم اساتذہ اور مربیوں کا فرض منصبی بنتا ہے، یہ بھی ضروری ہے کہ معلمین کے اندر یہ بھی صلاحیت ہو کہ وہ خیر وشر کی تمیز کرسکیں۔

۳-نصاب تعلیم کے مذکورہ مفاسد سرکاری تعلیمی اداروں میں زیادہ ہوتے ہیں، جہاں ان بچوں کے لئے تعلیم کا حصول آسان ہوتا ہے، جو بھاری فیس ادا نہیں کر سکتے، اسی طرح بعض مقامات پر ایسے اسکول نہیں ہیں، جو مسلمان انتظامیہ کے تحت چلتے ہوں، وہ عیسائی مشنری یا سنگھ پریوار کے تحت چلنے والے ادارے ہوتے ہیں، قریب میں مسلم انتظامیہ کے تحت چلنے والا اسکول نہیں ہوتا، جس میں مسلمان اپنے بچوں کو تعلیم دلاسکیں، ایسی صورت میں مسلمانوں کے لئے ان اسکولوں میں اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کی صورت میں بچوں کے دین وایمان کی حفاظت کے لئے والدین پر یہ ضروری ہوگا کہ وہ اسلامیات پر مشتمل علمی مواد کی تعلیم کے لئے الگ سے انتظام کریں، یعنی ٹیوشن، کوچنگ کلاسس اور سمر اسلامک کورس یا سمر اسلامک کیمپ کے ذریعہ مذکورہ مفاسد کا تدارک ممکن ہے، یا خود والدین اپنے بچوں کی صحیح اسلامی تربیت کے لئے اپنے اپنے گھروں میں بھی ایسا ماحول بنائیں کہ نئی نسلیں باہر کی غیر اسلامی نظریات اور افکار کے یلغار سے محفوظ رہ سکیں، نیز متولیان مساجد بھی مساجد میں صبح وشام دینیات کی تعلیم کا صحیح نظم قائم کریں تاکہ ہر مسلم طالب علم کا صحیح عقیدہ اور صحیح عمل ہو اور وہ صحیح اسلامی طرز زندگی سے مکمل واقف ہو۔

۴۔عصری درسگاہوں کے اندر شروع سے آخر تک یا کم سے کم ابتدائی درجات میں مخلوط تعلیم کا نظام ہوتا ہے، لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ کلاسوں میں پڑھتے ہیں، کھیل کے میدان میں اور چائے خانوں میں آپس میں ملتے جلتے ہیں، مخلوط نظام تعلیم کا ایک سبب تو مادیت، دین بیزاری اور اخلاقی انحطاط ہے، وہیں دوسرا سبب یہ ہے کہ جداگانہ نظام تعلیم میں زیادہ اساتذہ، عملہ، کلاس روم وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے، اور بعض دفعہ انتظامیہ اس کا نظم کرنے سے قاصر ہوتی ہے، تو ایسی صورت حال میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بچے دس سال کی عمر سے سن تمیز میں داخل ہوجاتے ہیں، اس عمر کے ساتھ بچوں کے بستر الگ کرنے اور انہیں نماز نہ پڑھنے کی صورت میں مارنے کی اجازت بھی دی گئی ہے لہذا جب بچے دس سال کے ہوجائیں تو انہیں مخلوط تعلیم سے دور رکھنا ضروری ہے، خواہ انتظامیہ کے لئے کسی بھی طرح کی دشواریوں کا سامنا ہو، کیونکہ دفع مضرت مقدم ہے جلب مصلحت پر۔ لہذا دس سال کی عمر سے ہی بچوں اور بچیوں کے مابین حد فاصل قائم کرنا شرعا ضروری ہے ورنہ اختلاط کے مفاسد کا سامنا ہوگا۔

۵-جداگانہ نظام کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

☆لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے الگ الگ بلڈنگ ہو۔

☆دونوں کے لئے الگ الگ کلاس روم ہوں، داخل ہونے اور نکلنے کے دروازے اور قضائے حاجت کے مقامات الگ ہوں، لیکن بلڈنگ ایک ہی ہو۔

☆ایک ہی بلڈنگ اور ایک ہی کلاس روم ہو، لیکن طلبہ وطالبات کی نشستوں کے درمیان مستقل یا عارضی ایسی دیواریں ہوں کہ ایک استاذ دونوں کو پڑھا سکے، یا آگے لڑکوں کی نشستیں ہوں اور پیچھے لڑکیوں کی نشستیں ہوں، باقی آمد ورفت کے راستے وغیرہ الگ الگ ہوں۔

اسلام بے پردگی اور مخلوط نظام تعلیم کی ہرگز حوصلہ افزائی نہیں کرتا ہے، بلکہ دونوں (لڑکوں اور لڑکیوں) کے لئے الگ الگ بلڈنگ کے انتظام کو ہی ترجیح دیتا ہے، تاکہ شر اور فساد کا سد باب کرسکے، مذکورہ جداگانہ نظام تعلیم کی تین صورتوں میں سے پہلی صورت سب صورتوں میں بہتر اور محفوظ صورت ہے جس میں شر کے سارے راستے بند ہوجاتے ہیں، اختلاط کے مفاسد سے دور رہنے کی بہتر صورت بھی یہی ہے۔البتہ دوسری صورت پہلی صورت کے بالمقابل کچھ بہتر ہے، لیکن مفاسد کے امکانات باقی ہیں، ایک ہی بلڈنگ اور ایک ہی کیمپس کی وجہ سے اختلاطِ مرد وزن اور اس کے نقصانات سے احتراز مشکل ضرور ہے،

تیسری صورت میں بھی اختلاط کے مختلف نقصانات کے قوی امکانات ہیں، لہذا پہلی صورت میں ہی تحفظ ہے، اور شریعت پر عمل درآمد آسان ہے۔

۶-ان اسکولوں میں داخلے کے لئے ایک خاص عمر بھی لازم کردی گئی ہے، مثلاً نرسری میں صرف وہ بچہ داخل ہوگا جو چار سال سے کم عمر کا ہے، اب اگر کوئی بچہ عمر کی اس حد کو پار کرچکا ہے تو سرپرست ایسے بچے کی عمر کم کرکے لکھواتے ہیں اور والدین جھوٹا حلف نامہ داخل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ بچہ صرف تین سال کا ہے، پھر ساری عمر اس کی یہی غلط تاریخ پیدائش ہر جگہ درج ہوتی رہتی ہے، حالانکہ جھوٹ کبیرہ گناہ ہے، تعلیم کی خاطر جھوٹ بولنا بھی شرعا درست نہیں ہے، لہذا سچائی پر عمل پیرا ہونا لازم ہے خواہ بظاہر نقصان کا اندیشہ ہو، ایسی تعلیم کی کوئی ضرورت نہیں ہے جو کسی کو جھوٹ پر آمادہ کرے یا جس کی بنیاد جھوٹ پر قائم ہو، اس طرح کے امور سے مسلمانوں کو ہر حال میں بچنا چاہئے۔

۷-ان اسکولوں میں داخل ہونے والے بچوں کے لئے مخصوص لباس-یونیفارم-لازم ہے، اس میں بعض ادارے ٹائی کو لازم کرتے ہیں، لڑکیوں کو اسکرٹ پہننی ہوتی ہے اور لڑکوں کو نیکر پہننا ضروری قرار دیتے ہیں، اگر کوئی طالب علم شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ساتر لباس پہنے، یا کوئی طالبہ برقعہ پہننا چاہے تو اس کو خلافِ ڈسپلن کہہ کر باہر کردیا جاتا ہے، اب تو بعض اسکولوں میں اسکارف پہننے کو بھی منع کیا جاتا ہے، یہ مسلمانوں کے زیر انتظام اسکولوں میں ہوتا ہے، اور غیر مسلم انتظامیہ کے تحت چلنے والے اسکولوں میں بھی، تو سوال یہ ہے کہ یونیفارم مقرر کرنے کے کیا اصول وضوابط ہوں گے، جو شریعت کے مطابق بھی ہوں اور ایسے دیدہ زیب بھی ہوں کہ دوسرے اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے یونیفارم دیکھ کر اسلامی اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوں، اسکول کی طرف سے شناخت کی خاطر الگ الگ یونیفارم متعین کرنا درست تو ہے لیکن یہ لباس

ساتر ضرور ہوں، غیر شائستہ نہ ہوں، لہٰذا والدین اور سرپرست اس بات کا پورا خیال رکھیں کہ لباس مکمل شرعی اور ساتر ہوں، اور اسکول کے انتظامیہ کو بھی اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، بچوں اور بچیوں کو شروع سے ہی اسلامی لباس کا پابند بنایا جائے اور غیر اسلامی اور ناشائستہ لباسوں اور غیر مہذب لباسوں سے مسلم طلبہ اور طالبات کو دور رکھا جائے، غیر اسلامی تہذیبوں سے مرعوبیت کی ذہنیت ختم کی جائے، مغلوب قوم کی ذہنیت بھی ضعیف اور کمزور ہوا کرتی ہے، لباس کے ذریعہ ہی انسان پرکھا اور جانا جاتا ہے، اس کی فطرت معلوم کی جاتی ہے۔

۸-ان اسکولی طلباء سے داخلہ فیس، ماہانہ فیس، ٹرم فیس، ٹرانسپورٹ فیس، مطبخ فیس، امتحان فیس وغیرہ کے نام سے مختلف فیسیں لی جاتی ہیں اور داخلہ فیس کی مقدار بعض اوقات بہت زیادہ ہوتی ہے، یہ رقم تعمیر، اسٹیشنری، تزئین کاری اور جدید وسائل مثلاً کمپیوٹر لیب وغیرہ خریدنے میں بھی صرف ہوا کرتی ہے، داخلہ فیس دینے والا فیس دے کر محدود عرصہ تک اس سے مستفید ہوتا ہے پھر وہ اسکول سے چلا جاتا ہے، فیس کی بڑھتی ہوئی اس مقدار نے غریب ہی نہیں متوسط طبقہ کے لوگوں کے لئے بھی اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا مشکل سے مشکل تر کردیا ہے، تعلیم کو خدمت کے بجائے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ نفع دینے والی تجارت بنالیا گیا ہے، نیز ان میں بعض اسکول تو شخصی ہوتے ہیں اور بعض تعلیمی اور رفاہی اداروں کے تحت چلتے ہیں؛ لیکن ان سے حاصل ہونے والے پیسوں سے غریب بچوں کو تعلیمی سہولت فراہم کرنے کے بجائے بلڈنگوں کو وسعت دینے اور خوب صورت بنانے میں خرچ کردیا جاتا ہے، اسلام اس کو ناپسندیدگی کی نظروں سے دیکھتا ہے، اور استغلال کو ناجائز قرار دیتا ہے، اسلام کی نظر میں تعلیم خدمت خلق کا ایک مؤثر ذریعہ ہے، لیکن موجودہ حالات میں تعلیم کو کسب معاش کا ذریعہ بنالیا گیا ہے، بلکہ تعلیم کامیاب تجارت بن گئی ہے، ان اسکولوں سے حاصل شدہ فیس سے غریب بچوں کو تعلیمی سہولت فراہم کرنے کے بجائے بلڈنگوں کو وسعت دینے اور خوب صورت بنانے میں خرچ کردیا جاتا ہے جو کہ ظلم عظیم ہے، تعلیم کو عام کرنا اور آسان کرنا اور جہالت کا خاتمہ مقصد وحید ہونا چاہئے، دنیا کمانے کے ہزاروں ذریعے ہوسکتے ہیں، لہٰذا تعلیم کو کسب معاش کا وسیلہ ہرگز نہ بنایا جائے، آج افسوس ناک صورت حال یہ ہے کہ تعلیم جیسے شعبہ میں رشوت خوری عام ہے، استاذ اور لکچرر بننے کے لئے صلاحیت یا صالحیت مطلوب نہیں ہے بلکہ پیسہ ہی سب کچھ ہے، دور حاضر میں سرکاری نوکری کا مطلب ہے، ڈگری کے ساتھ رشوت کے لئے بھاری رقم موجود ہو ورنہ نااہل کو لکچرر اور پروفیسر بنادیا جائے گا، واللہ المستعان۔

۹-اس سلسلہ میں ایک قابل توجہ مسئلہ یہ بھی ہے کہ ماہانہ فیس لے کر بعض دفعہ طالب علم کسی وجہ سے غیر حاضر ہوجاتا ہے، مگر اس کا ٹیچر کلاس میں آتا رہا ہے تو ایسی صورت میں از روئے شریعت طالب علم تعلیمی فیس یا ٹرانسپورٹ فیس ادا کرنے کے باوجود خود بخود غیر حاضر ہوجائے تو ایسی صورت میں طالب علم کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ہوگا اور طالب کی غیر حاضری کی وجہ سے استاذ یا ڈرائیور کی تنخواہ کم نہیں کی جاسکتی، المسلمون علی شروطہم (سنن ابوداود ۳۵۹۴، حسن صحیح) کے تحت تمام مسلمان اپنے عہد وپیمان کا پابند ہوں گے۔

۱۰-عصری تعلیمی اداروں میں تعلیم پانے والے بہت سے بچے غریب ہوتے ہیں، جو اپنی تعلیم کے اخراجات کے متحمل نہیں ہوتے تو ایسے بچوں پر زکوۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے، ہر وہ تعلیم جو دینی شعور پیدا کرنے کے لئے یا احیاء دین کی خاطر ہو یا خدمتِ انسانیت کی خاطر ہو تو زکوۃ کی رقم ان پر خرچ کی جاسکتی ہے البتہ تعلیم اگر دین بےزاری کی خاطر ہو تو زکوۃ کی رقم ان پر خرچ نہیں کی جاسکتی۔

۱۱-بعض سرکاری اور پرائیویٹ اسکولوں میں مشرکانہ ترانے، وندے ماترم یا گیتا کے اشلوک شروع میں پڑھوائے جاتے ہیں، سوریہ نمسکار کرایا جاتا ہے، یوگا کرایا جاتا ہے، جس کا ایک جز سوریہ نمسکار بھی ہے، کہیں طلبہ پر اس کو لازم کردیا گیا ہے، کہیں اس کی ترغیب دی جاتی ہے اور اس کے لئے ماحول سازی کی جاتی ہے، بعض ریاستوں میں خود ریاستی حکومت نے اسکولوں پر اس کا آرڈر جاری کردیا ہے، مشنری اسکولوں میں حضرت عیسی علیہ السلام کی فرضی تصویر یا مجسمہ کے سامنے دعا کرائی جاتی ہے، اور اگرچہ اس کو لازم نہیں کیا جاتا ہے؛ لیکن ترغیب دی جاتی ہے، یہاں تک کہ بعض مسلمان انتظامیہ اسکول میں زیادہ داخلے کی لالچ یا حکومت کو خوش کرنے کے لئے اس طرح کا عمل کراتے ہیں، مذکورہ حالت کے پیشِ نظر بہتر تو یہ ہے کہ مسلمان اپنا مستقل اسکول کھول لیں، غیر اسلامی نظریات وافکار سے محفوظ رہنے کی کوشش کریں، جیسا کہ ہر قوم اپنے نظریات پر عمل کے لئے مستقل اسکول اور کالج کا انتظام کرلیتے ہیں، آزادی کے ساتھ اپنے مذہب پر عمل پیرا ہوتے ہیں، خواہ وہ ہندو ہوں یا نصرانی، جین مت ہوں یا سکھ مت وغیرہ، جہاں مسلم قوم مجبور ومقہور ہو، کوئی دوسرا راستہ میسر نہ ہو تو دل میں کفر اور شرکیہ امور سے نفرت کرتے ہوئے، کراہت کے ساتھ ان سرکاری یا غیر سرکاری اداروں میں تعلیم حاصل کرنا جائز ہوگا۔

☆اگر سرکاری اداروں میں اختیاری طور پر اس کی ترغیب دی جائے، تو مذکورہ اداروں میں شرکیہ اعمال کی ترغیب دی جارہی ہو تو ترغیب سے متاثر ہوئے بغیر شرکیہ کاموں سے اپنے دلوں میں نفرت اور کراہت رکھتے ہوئے اپنے عقیدہ توحید کو مضبوطی کے ساتھ تھامتے ہوئے ایسے اسکولوں میں علم حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ان تمام صورتوں میں اگر دوسرے ایسے ادارے موجود ہوں جو ان برائیوں سے پاک ہوں اور وہاں داخلہ ہوسکتا ہے تو اِن مشرکانہ افعال کو لازم کرنیوالے یا ترغیب دینے والے ادارے میں مسلمان بچوں کو داخل کرنا جائز ہوگا، جو مشرکانہ افعال کو لازم کرتے ہوں یا ترغیب بھی دیتے ہوں اس کے بالمقابل ایسا ادارہ موجود ہو جو

ان برائیوں سے پاک ہوتو ایسے ادارہ کو ہر حال میں ترجیح دینا ضروری ہوگا، جہاں تک ہوسکے مسلم قوم اپنے بچوں کو مشرکانہ اموراور نصرانیت کے نظریات یا غیر اسلامی عقائد رکھنے والے اداروں سے دور رکھنے اور کفر والحاد اور دین بے زاری کے ماحول سے بچائے رکھنا واجب ہے۔

☆ کیا مسلمان انتظامیہ کے لئے اس بات کی گنجائش ہوگی کہ وہ اسکول کی ترقی کی مصلحت کے تحت اپنے یہاں ان چیزوں کو رواج دیں، یا مسلمان بچوں کو ان سے الگ رکھیں اور صرف غیر مسلم بچوں کے لئے اس کا انتظام کریں؟ مسلمان انتظامیہ کے لئے تعاون علی الاثم والعدوان کی کوئی گنجائش نہ ہوگی، مسلم قوم داعی قوم ہے، اس کا کام دعوت الی اللہ ہے نہ کہ کفر وشرک والحاد کے ساتھ سمجھوتہ کرنا ہے یا اسے فروغ دینے کی کوشش کرنا ہے، **الولاء والبراء من الایمان** (ایمان اور اہل ایمان سے دوستی، کفر اور کافروں سے برائت کا اظہار) کا قاعدہ ہمیشہ سامنے رہے، ورنہ ایمان کی سلامتی خطرہ میں ہوگی، ایمان وہ دولت ہے جس کی حفاظت تمام مسلمانوں پر ہر حال میں مقدم ہے۔

۱۲-عالمی سطح پر یہ رجحان پروان چڑھ رہا ہے کہ بچوں کو جنسیات کی تعلیم بھی دینی چاہئے، ہمارے ملک کے نصاب میں اس مضمون کو بھی شامل کردیا گیا ہے، اور ہوسکتا ہے کہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں بھی اس کو لازم کردیا جائے، اس کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بڑھتی ہوئی اخلاقی بے راہ روی کی وجہ سے زنا اور خلاف فطرت فعل وغیرہ کے واقعات بڑھتے چلے جارہے ہیں، اور اس کی وجہ سے مختلف بیماریاں پیدا ہورہی ہیں، اس لئے طلبہ وطالبات کو جنس کی حقیقت سمجھائی جائے اور اس کی آڑ میں محفوظ سیکس کی تعلیم دی جائے تاکہ وہ بدکاری سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے محفوظ رہیں، یہ افسوس کی بات ہے کہ اخلاقیات کی تعلیم دینے اور برائی سے بچانے کے بجائے برائی کے محفوظ راستے تلاش کئے جارہے ہیں، ایسے اداروں سے جو اخلاقیات کو بگاڑنے والے ہیں اپنے بچوں کو دور رکھنا ضروری ہے، کیونکہ جنسیات کی تعلیم سے اخلاقی انحطاط لازم ہے، برائی سے بچنے کی تدبیریں اپنانے کی بجائے برائی کے نئے راستے تلاش کرنا انتہائی مضر ثابت ہوگا، کیونکہ جنسیات کی تعلیم کو یورپی ممالک نے آزمایا لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ آزادانہ اختلاط، ننگے پن اور جنسیات کی تعلیم نے شہوانی جذبات کو اس طرح ابھارا کہ نکاح کا طریقہ ناکافی ثابت ہوا، آزاد جنسی تعلقات کو فطری اور بے ضرر قرار دیا گیا، کم عمر لڑکیاں جو ۱۲، ۱۳، سال کی عمر میں مانع حمل گولیوں پر رہنے لگی ہیں، اور وہ ۱۵، ۱۶ سال کی عمر میں حاملہ ہوجاتی ہیں، خاندان کا مستحکم نظام بگڑ گیا، غلط تعلقات نے ایڈز جیسی مہلک بیماری کو جنم دیا ہے، ایڈز اور ہسٹریا کے مرض میں بہت سارے مرد اور خواتین مبتلا ہوگئے۔ العیاذ باللہ

یقیناً یہ بات مناسب ہوگی کہ حکومت سے کہا جائے کہ ہم بچوں کو اسلامی اقدار کی روشنی میں جنسیات کی تعلیم دیتے ہیں، اور مسلمان تعلیمی ادارے ایسی کتاب مرتب کریں جس میں بلوغ اور قریب البلوغ لڑکوں اور لڑکیوں سے متعلق شرعی احکام، اخلاقی ہدایات، عفت و پاکیزگی کی اہمیت اور بے عفتی پر اخروی نقصان کے ساتھ ساتھ دنیوی مضرتوں کو واضح کیا جائے۔

۱۳-عصری اسکولوں میں تفریحی، طبی سرگرمیوں کے نام پر وقتاً فوقتاً بچوں کی دوڑ، سائیکل ریس، دوسرے شہروں کی سیر اور مختلف کھیلوں کے مقابلے کرائے جاتے ہیں جس میں طلبہ وطالبات کا اختلاط بھی ہوتا ہے، اختلاط مرد وزن سے مکمل احتراز کے ساتھ دونوں صنفوں کے لئے الگ الگ تفریحی، طبی یا ثقافتی پروگراموں کا نظم ہوتو مذکورہ پروگرام کا انعقاد شرعاً صحیح ہے ورنہ نہیں۔

۱۴-ثقافتی پروگرام کے عنوان سے تقریریں، ڈرامے اور مکالمے کرانے کا سلسلہ بھی اسکولوں میں عام ہے، اس میں طالبات کو بھی تقریروں اور ڈراموں میں شریک کیا جاتا ہے، مذکورہ پروگرام صرف لڑکوں یا صرف لڑکیوں کے لئے مخصوص ہوتو ایسے پروگرام کی ترتیب صحیح ہوگی ورنہ نہیں، کیونکہ شریعت نے اختلاط سے روکا ہے، اور پردہ کا حکم بھی دیا، سورہ نور، النساء، اور سورہ احزاب کی آیتیں اس پر شاہد ہیں لہذا مجالس کی تعیین اور تنسیخ کی اشد ضرورت ہے، ہمارا نصب العین بے حیائی اور فحاشی سے امت کو بچانا ہے۔

۱۵-نصاب تعلیم میں ابتدائی درجات کے بچوں کے لئے ایسی کتابیں-جن میں جانوروں کی تصاویر اور اعضاء انسانی کی تصاویر ہوتی ہیں-نصاب میں شامل کرنا درست ہے، تعلیمی مقاصد کے لئے کسی چیز پر نقش کئے بغیر ڈیجیٹل تصویر کے ذریعہ کام لیا جاسکتا ہے، اسی طرح آج کل ابتدائی درجات کے بچوں کے لئے پلاسٹک یا لکڑی کے مجسمے-جو جانوروں کے بھی ہوتے ہیں-کلاسوں میں رکھے جاتے ہیں؛ تاکہ بچے جانوروں کے نام پڑھتے ہوئے ان کے مجسمے بھی دیکھ لیں، اس کو جدید طریقہ تعلیم میں بڑی اہمیت دی جاتی ہے، بچوں کے لئے چھوٹی چھوٹی تصویروں کے ذریعہ تعلیم دینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، نیز تعلیمی مقاصد کے لئے کسی چیز پر نقش کئے بغیر ڈیجیٹل تصویر کے ذریعہ کام لیا جاسکتا ہے، تاکہ بچے جانوروں کے نام پڑھتے ہوئے ان کے مجسمے بھی دیکھ لیں، مقصد یہ ہو کہ اشیاء کا نام یا تعارف پیش کیا جائے، یہ تصاویر صرف تعلیم اور تعلم کے لئے ہی ہوں ورنہ ذی روحوں کی تصاویر بنانا شریعت محمدی میں درست نہیں ہے۔

۱۶-آج کل عصری تعلیمی اداروں میں طالبات کو بھی وہی مضامین پڑھائے جاتے ہیں جو طلبہ کے لئے ہوتے ہیں، ان کو ایسے مضامین کی تعلیم نہیں دی جاتی، جوان کی ضرورتوں سے متعلق ہو، جیسے: سلائی، کڑھائی، پکوان، امور خانہ داری میں مہارت، اور اولاد کی تربیت وغیرہ، جو ادارے مسلم انتظامیہ کے تحت چلتے ہیں، وہ

لڑکیوں کے لئے ان امور کی تعلیم کا انتظام کر سکتے ہیں، مسلم خواتین کے لئے سلائی، کڑھائی، پکوان، امور خانہ داری میں مہارت، اور اولاد کی تربیت وغیرہ، کی تعلیم وتربیت کا انتظام وانصرام یقیناً مفید ثابت ہوگا۔

۱۷- یہ بات ظاہر ہے کہ ہر مسلمان کے لئے دین کی بنیادی واقفیت ضروری ہے، پہلے بچے پانچ چھ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر میں اسکول میں داخل کئے جاتے تھے، اور ابتدائی جماعتوں میں تعلیم کا بوجھ بھی کم ہوا کرتا تھا؛ اس لئے گھر میں بچوں کی بنیادی تعلیم ہوجایا کرتی تھی، خود ماں باپ میں بھی اتنی صلاحیت ہوتی تھی کہ وہ اپنے بچوں کو پڑھالیں؛ لیکن مادیت کے غلبہ اور مغربی نظام تعلیم نے اس اہم فریضہ سے نہ صرف لوگوں کو غافل کردیا ہے؛ بلکہ اب اس کی ضرورت واہمیت بھی دلوں سے رخصت ہوگئی ہے، اس پس منظر میں ضروری ہے کہ مسلمان اسلامی ماحول کے ساتھ عصری وتعلیمی ادارے قائم کریں اور ان میں ضروری حد تک بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کریں۔ مسلمانوں کے زیر انتظام چلنے والے اسکولوں اور کالجس میں ہر مسلم طالب علم کو اسلام کے مبادیات، یعنی عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات کی بنیادی معلومات بقدر ضرورت روزانہ ایک گھنٹی ضرور دینی چاہیے، اس نیک مقاصد کے لئے ہمارے علماء کرام کی تصانیف موجود ہیں، مثلاً چمن اسلام وغیرہ کی تدریس کے ذریعہ بچوں کی اسلامی تربیت کا اہتمام ممکن ہے، خصوصا دسویں جماعت یا بارہویں جماعت پڑھے ہوئے طلبہ کے لئے موسم گرما یا رمضان مبارک کے موقعہ پر دینیات پر کورس مختصر اور مطول کورس کی تدریس اور تدریب ہو تو یقیناً امت کے نوجوانوں اور نونہالوں کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

۱۸- اساتذہ کے تقرر میں مرد معلمین اور خواتین معلمات کا مسئلہ بہت ہی اہم ہے، بالغ لڑکے اور بالغ طالبات کے لئے جنس مخالف میں سے ٹیچر مقرر کرنے کے متعلق شرعی نقطہ نظر سے غور کرنے کی ضرورت ہے، بچوں کی تعلیم کے لئے معلمین اور معلمات کا تقرر بلا تفریق خصوصا ابتدائی پانچ جماعتوں کے لئے کوئی حرج نہیں ہے البتہ جب بچے سنِ شعور میں داخل ہوں تو جنس مخالف ٹیچر کا تقرر درست نہ ہوگا، خواہ خاتون معلّمہ کم تنخواہ پر مہیا ہو اور اسکول کی مالی حالت ناگفتہ بہ کیوں نہ ہو۔

الغرض عصری تعلیمی اداروں میں مذکورہ اصلاحات اور اسلامی سوچ وفکر کو داخل کرنا لازم ہوگا ورنہ آنی والی نسلیں اسلام سے دور ہوجائیں گی، اللہ تعالی ہمیں صحیح نقطہ نظر کے ساتھ دینی رجحانات کو لاگو کرنے اور تعلیم کو خدمت خلق کا ذریعہ بنانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یارب العلمین

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تازہ ترین پیش کش

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 8 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

امت کی بقاء وفنا کی بنیاد

مولانا صدیق احمد سلفی

آج دنیا میں مسلمانوں کی تعداد دوسرے نمبر پر ہے، پچاس سے بھی زیادہ ان کے اپنے ممالک ہیں جہاں کے حکمراں اور نوے فیصد عوام مسلمان ہیں اور جہاں اصحاب فکروفن اورارباب علم ودانش کی کوئی کمی نہیں۔اللہ تعالیٰ نے مال ودولت اورقدرتی وغیر قدرتی نعمتوں سے مالا مال کررکھا ہے جس کی وجہ سے یہ دنیا میں سب سے زیادہ مالدار کہلاتے ہیں،ان سب کے علاوہ ان کے پاس ایک عالمی نظام زندگی،مکمل ضابطہ حیات اور ہمہ گیر دستورالعمل یعنی دین اسلام ہے۔ خدا کی آخری کتاب بالکل اصلی حالت میں موجود ہے اوراپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک ایک ورق ان کے پاس محفوظ ہے،اپنی شاندارتاریخ ہے اورصدیوں کی علمی وفکری میراث ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ زمانہ دورنہیں، جب دنیا کی ساری قومیں تم پرٹوٹ پڑیں گی جس طرح کہ کھانے والے پیالے پرٹوٹ پڑتے ہیں۔کسی صحابیؓ نے پوچھا کہ کیااس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ اس دن تمہاری تعداد زیادہ ہوگی، تمہاری حیثیت جھاگ جیسی ہوگی جیسے کہ سیلاب کی جھاگ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت ختم کردے گا اورتمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا۔ کسی صحابیؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ کمزوری کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دنیا کی محبت اورموت سے نفرت۔(ابوداؤد،بیہقی)

اس چھوٹی سی حدیث میں ہماری تباہی وبربادی کے اسباب بھی بیان کردیئے گئے ہیں اوران مصائب وشدائد سے نکلنے کا راستہ بھی بتادیا گیا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دنیادارالاسباب ہے۔یہاں کوئی واقعہ بلاسبب یابلاوجہ نہیں پیش آتا۔

آج مسلمانان عالم پر جوخطرات وبلیات کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں، مصائب وآلام کے آتشیں بادل ہم پر برس رہے ہیں،ان کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے اوروہ ہے دین اوردعوت دین سے ہماری غفلت وبے اعتنائی اوراس فریضہ کی ادائیگی سے لاپرواہی جس کی وجہ سے ہمیں ''خیرامت'' کا خطاب دیا گیا ہے۔یہ دستورالٰہی ہے کہ جب بھی کوئی قوم یااس کے اکثر افراد بدکردار، سیاہ کاراور بدعمل ہوجاتے ہیں تواس قوم کوشکست وریخت، ذلت ونکبت اورتباہی وبربادی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

تاریخ انسانی پرسرسری نظرڈالیں تو آپ کوبخوبی معلوم ہوجائے گا کہ ان گنت قوموں نے عروج حاصل کیا اور پھرایک عرصہ بعدزوال سے ہمکنار ہوگئیں اورکوئی قوم ایسی نہیں گزری جس کے زوال میں خوداس قوم کے اپنے افراد کی بدکرداری کا ہاتھ نہ ہو۔کبھی ایسانہیں ہوا کہ کسی قوم کا ایمان، اخلاق اور معاملات درست حالت میں ہوں اورپھروہ زمینی یا آسمانی عذابوں کی لپیٹ میں آگئی ہو۔تباہی اسی وقت آتی ہے جب کہ اس قوم کی اکثریت بدکردار ہوچکی ہو،جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال میں ارشادفرمایا:ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الانفال:۵۳) یعنی یہ اس لئے ہے کہ اللہ کسی نعمت کوجواس نے کسی قوم کوعطا کی ہواس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خوداپنے طرزعمل کونہیں بدل دیتی۔

سورہ روم میں انسانوں کی بداعمالیوں کے باعث دنیا میں فساد پھیل جانے کا ذکرکرتے ہوئے فرمایا گیا۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (الروم:۴۱) یعنی خشکی وتری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تا کہ خداان کے بعض عملوں کا مزہ چکھائے، عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں۔

سورہ انفال میں ارشادربانی ہے۔قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ (الانفال:۳۸) یعنی(اے نبی)ان کافروں سے کہہ دیں کہ اگراب بھی باز آجائیں تو جوکچھ پہلے ہوچکا ہےاس سے درگزرکرلیاجائے گا،لیکن اگر یہ اسی پچھلی روش کا اعادہ کریں گےتو گزشتہ قوموں کےساتھ جوکچھ ہو چکا ہے، وہ سب کومعلوم ہے۔(ویساہی سلوک ان کے ساتھ بھی ہوگا)

کلام پاک میں کئی جگہ سابقہ بدکردارقوموں پرآنے والے عذابوں کا ذکر موجود ہے۔جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ برے اعمال آخرت کی سزاتولاتے ہی ہیں خوداس دنیا میں بھی تباہی وبربادی لانے کا سبب بھی بن جاتے ہیں اورپھر یہ سزائیں ضروری نہیں کہ ایسی شکل میں ہوں جن کا عذاب ہوتاصاف نظرآرہاہو بلکہ اس کی ایک شکل وہ انواع واقسام کی کمزوریاں بھی ہوتی ہیں جوکسی بدعمل قوم میں بتدریج پھیلتی چلی جاتی ہیں اورانجام کاراسے خزی الدنیا کا شکار بنادیتی ہیں اورتنزل وانحطاط اورتباہی وبربادی کا سبب بن جاتی ہیں۔

اس موقع پرہمیں اپنی شکست وریخت، ذلت ونکبت کے حقیقی اسباب وعلل کو سمجھنے اوراس پراچھی طرح غوروفکر کرنے کی ضرورت ہے لیکن مقام افسوس ہے کہ امت مسلمہ پرہونے والے مظالم کےاسباب ووجوہ بیان کرتے وقت ہمارے بہت سے دانش ور،صحافی، تجزیہ نگار، قرآن وسنت کومطلق نظرانداز کرجاتے ہیں یاان پر سرسری نظرڈالتے ہیں،یہی وجہ ہے کہ امت کے حالات بدسے بدتر ہوتے جارہے

ہیں اور آج جو ہم پر یہ بحرانی کیفیت طاری ہے وہ کتاب وسنت کو پس پشت ڈالنے اور ان سے روگردانی کرنے کی سزا ہے۔

دنیا میں مسلم خون کی ارزانی کی اصل وجہ یہی ہے کہ تقریباً پوری امت نے چند عبادات اور نکاح وطلاق کے مسائل کے علاوہ زندگی کے سارے مسائل ومعاملات میں قرآن وحدیث سے رہنمائی حاصل کرنا چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے وہ طرح طرح کی مشکلات وخطرات اور مصائب وشدائد سے دوچار ہے اور نوبت بایں جارسید کہ اس وقت ہر جگہ امت مسلمہ کے تحفظ کا مسئلہ سب سے اہم بن گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ایسے پرخطر حالات میں قرآن وحدیث سے ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح بداعمالیاں، بدعنوانیاں اور فرائض منصبی سے غفلت، دنیوی زندگی میں طرح طرح کے مصائب وآفات کے نزول کا ذریعہ بنتی ہے، اسی طرح ایمان داری، فرض شناسی، پرہیزگاری ونیکوکاری، زندگی میں امن وسکون، عزت وسربلندی، غلبہ واقتدار اور ایک کامیاب زندگی کا سبب ثابت ہوتی ہے۔

چنانچہ سورہ آل عمران ''وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ'' یعنی تم نہ سست ہو نہ غمگین، اگر تم ایمان داری پر مضبوط رہو گے تو تم ہی غالب ہو گے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الخ (سورہ یونس) یعنی جو اللہ کے دوست ہیں، جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کی راہ اختیار کی ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں، دنیا وآخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لئے بشارتیں ہی بشارتیں ہیں۔

سورہ نحل میں فرمان خداوندی ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى الخ جو کوئی ایمان دار ہو کر نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت تو ہم ان کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کو ان کے کاموں سے بھی اچھا بدلہ دیں گے۔

سورہ نور میں ارشاد ہے: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ الخ یعنی جو لوگ تم میں سے ایمان لاکر نیک عمل بھی کریں گے اللہ وعدہ کرتا ہے کہ ان کو زمین میں حاکم بنادے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جو خود اللہ نے ان کے لئے پسند کیا ہے، مضبوط کردے گا (اس کو کسی مخالف کی مخالفت سے نقصان نہیں پہنچے گا) اور ان کے خوف زدہ ہونے کے بعد (جو اس وقت دشمنوں کی طرف سے لاحق ہے) ان کو امن دے گا۔

سورہ صافات میں فرمایا: وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ یعنی ہماری فوج (دیندار جماعت) ہی غالب آنے والی ہے۔

گویا کہ قرآن کریم ہمیں اپنے ایمان وعمل کو سنوار لینے پر صرف تحفظ ہی نہیں بلکہ عزت وسرفرازی، سرخروئی وسربلندی کی ضمانت دیتا ہے۔ تمام ادیان واقوام پر ہمیں غلبہ حاصل ہوسکتا ہے۔ منصب خلافت وامامت تک ہم حاصل کرسکتے ہیں بشرطیکہ ہم ایمان اور دعوت ایمان پر لگ جائیں۔ اعلاء کلمۃ اللہ ودعوت الی اللہ کے لئے کمر بستہ ہوجائیں کیوں کہ دعوت میں ہی تحفظ، عزت وسربلندی، غلبہ واقتدار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مخالفتوں کے طوفان میں بھی تحفظ کی گارنٹی دیتا ہے اور جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے مکہ سے مدینہ تک جنگ وجدال کے ماحول میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی اسی طرح وہ امت کی بھی حفاظت فرمائے گا۔

اس سلسلے میں قرآن کریم کی صرف ایک آیت کا مطالعہ دنیا کے تمام مظلوم مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (المائدہ:٦٧) یعنی اے رسولؐ! جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اترا ہے پہنچادو، اگر ایسا نہ کیا تو تم نے اس کا پیغام نہ پہنچایا، اللہ تمہیں لوگوں کی تکلیف سے محفوظ رکھے گا۔ یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمہارے مقابلے میں) کامیابی کی راہ نہیں دکھلائے گا۔

مسند احمد اور صحیحین کی روایت کے مطابق اس آیت کے نزول سے قبل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ونگرانی کے لئے پہرہ دیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی تو آپ نے خیمہ سے سر مبارک نکال کر فرمایا کہ لوگو! اپنے گھروں کو واپس جاؤ، تمہاری نگرانی وپہرہ داری کی اب ہمیں ضرورت نہیں، میں اللہ کی حفاظت ونگرانی میں آگیا ہوں....اس کے بعد آپ سو گئے حتی کہ خراٹے کی آواز سنی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی نازک موقعوں پر آپ کی حفاظت وصیانت فرمائی، چاہے دور مکی ہو جہاں کے سرکش روساء وامراء اور حاسدین آپ سے سخت بغض وعداوت رکھتے تھے اور آپ کو اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے۔ یا وقت ہجرت جب کہ مشرکین یا اہل کتاب میں سے کوئی بدباطن بدنیتی کا ارادہ کرتا تو اللہ اس کی ساری تدبیروں اور پلانوں کو ناکام بنادیتا، یہود نے جب آپ پر جادو کیا تو اللہ نے آپ کو اس مرض سے نجات دلائی اور اس کے دفعیہ کے لئے خاص طور پر معوذتین نازل فرمائی اور جب خیبر میں دعوت کرکے بکری کا زہر آلود گوشت پیش کیا گیا تو اللہ نے اس سازش سے بھی آپ کو مطلع کردیا۔

اسی طرح ایک غزوہ سے واپسی پر بغرض استراحت آپ تنہا ایک درخت کے نیچے لیٹ جاتے ہیں اور اپنی تلوار درخت پر لٹکا دیتے ہیں ہلکی سی نیند بھی آپ پر طاری ہوجاتی ہے۔ ایک کافر جو کہ موقع کی تاک میں تھا، آتا ہے اور آپ کی تلوار کھینچ کر باآواز بلند کہتا ہے کہ اے محمد! بتاؤ کہ اب تمہیں اس تلوار کی زد سے کون بچاسکتا ہے؟ آپ بڑے پرسکون لہجے میں فرماتے ہیں۔ ''اللہ!'' اس دشمن کے ہاتھ میں لرزہ طاری ہوجاتا ہے اور وہ تلوار زمین پر گر پڑتی ہے۔ اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی حفاظت فرمالیتا ہے۔

اسی طرح مختلف مواقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور رسول پاک کی تبعیت میں امت مسلمہ سے بھی اللہ کا یہی وعدہ ہے کہ وہ دشمنان دین وملت کے شر سے اسے محفوظ رکھے گا بشرطیکہ امت اجتماعی طور پر فریضہ دعوت وتبلیغ کو انجام دے کیوں کہ یہ امت کا اجتماعی فریضہ ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی پر ہی یہ امت

’’خیرامت‘‘ کہلانے کی مستحق ہوسکتی ہے اور ہماری کامیابی کا انحصار بھی اسی فریضہ کی ادائیگی پر رکھا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی سخت تاکید فرمائی ہے اور عدم ادائیگی اور کوتاہی وغفلت پر طرح طرح کی وعیدیں سنائی ہیں۔

چنانچہ آپ ﷺ اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دو اور بری باتوں سے روکتے رہو ورنہ جلد اللہ تم پر اپنا عذاب نازل کرے گا اور تم اس سے دعا کروگے لیکن تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔(ترمذی بروایت حذیفہؓ)

ابوداؤد کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔جس قوم میں کوئی شخص گناہ کا کام کررہا ہو، اور وہاں کے لوگ اس کو گناہ سے روکنے پر قادر ہوں اور پھر بھی اس کو نہ روکیں تو مرنے سے پہلے سب خدائی عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت کو ذہن نشین کرانے کے لئے بطور تمثیل بیان فرمایا کہ معاشرہ سے گناہوں کی روک تھام میں سستی کرنے والوں اور گناہ کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی جماعت نے قرعہ ڈال کر کسی بحری جہاز میں اپنی اپنی جگہ لی، کچھ لوگوں کو عرشہ پر جگہ ملی اور کچھ لوگوں کو زیریں درجے میں، اب جو لوگ زیریں درجے میں رہے وہ پانی لینے کے لئے اوپر کے درجے والوں پر سے گزرے، پھر کہنے لگے کہ اگر ہم نیچے ہی اپنے درجے میں ایک سوراخ کرلیں تو بار بار آنے سے اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں گے (اور خود بھی چڑھنے اترنے کی مشقت سے بچ جائیں گے) اب اگر اوپر والے ان کو چھوڑ دیں اور ایسا کرنے دیں تو سب ڈوب کر تباہ ہوجائیں گے اور اگر ایسا کرنے سے روکیں گے تو آپ بھی بچیں گے اور دوسرے بھی بچ جائیں گے۔

حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ اگر نافرمانوں کو نافرمانی سے روکا جائے تو سب ہلاکت وتباہی سے بچ جائیں گے، ورنہ سب کے سب تباہ وبرباد ہوجائیں گے۔

خلاصہ یہ کہ موجودہ پرخطر حالات، دین اور دعوت دین سے ہماری غفلتوں کا نتیجہ ہیں۔ضرورت ہے کہ ہم اپنے فرض منصبی کو پہچانیں اور پورے اتحاد ویگانگت، یکجہتی اور ایک سوئی کے ساتھ انفرادی واجتماعی دونوں طریقوں سے اللہ کا دین پوری انسانیت تک پہنچائیں تاکہ ہم دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں سرخرو اور کامیاب ہوں۔

☆☆☆

ا۔جامعة المفلحات کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد،لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: (1)حفظ وناظرہ (2).L.K.G تا X مع متوسط وعالمیت (3) مختصر عالمیت (تین سالہ) دسویں پاس/فیل طالبات کے لئے (4) فضیلت (دوسالہ) داخلہ، تعلیم، قیام وطعام مفت (5) تدریب المعلمات والداعیات والمفتیات (ایک سالہ) برائے فاضلات، تعلیم، قیام وطعام مفت، ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طالبات جامعہ سند عالمیت سے اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے .B.A میں اور سند فضیلت سے .M.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔

فون نمبرات:9963635354/8008492052/9346823387/7416536037

(2) **جامعة المفلحات** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد،لڑکیوں کی عصری اسلامی، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: .L.K.G تا x **مع اسلامک اسڈیز** فون نمبرات:8074001169/9177550406

(3) **جامعة الفلاح** شریف نگر، حیدرآباد لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

شعبہ جات: (1) حفظ وناظرہ مع انگلش، سائنس، تلگو وحساب (2) مختصر عالمیت (تین سالہ) مع کمپیوٹر کورس برائے SSC طلبہ (3) فضیلت (دوسالہ) تعلیم قیام وطعام مفت، مع ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طلبہ جامعہ سند عالمیت سے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے B.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔فون نمبر:9133428476/9502089170

(4) **فلاح انٹرنیشنل اسکول** شریف نگر، حیدرآباد، لڑکوں کی عصری واسلامی، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: Nursery تا x **مع حفظ یا عالمیت** فون نمبر:9505872810/9133428476

(5) **مرکز الأیتام** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد یتیم لڑکے اور لڑکیوں کے لئے اسکول وہاسٹل۔انگلش میڈیم۔جن لڑکے ولڑکیوں کی عمر 10 سال سے کم ہو اور والد یا والدہ کا انتقال ہوگیا ہو ان کے لئے تعلیم، قیام وطعام، کتب اور یونیفارم کے ساتھ طبی سہولیات کا مکمل انتظام ہے، جس میں سال بھر داخلے جاری ہیں۔

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات (1)حفظ وناظرہ (2).L.K.G تا x مع دینیات فون نمبرات:9000002154/8008492052

المعلن: شریف محمد بن غالب الیمانی الاشراف، رئیس الجامعات

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

(۱)امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث آندھراپردیش ڈاکٹر سعید احمد عمری مدنی کو صدمہ

دہلی:۲۱؍جنوری ۲۰۱۹ء: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان کے مطابق صوبائی جمعیت اہل حدیث آندھراپردیش کے امیر ڈاکٹر سعید احمد عمری مدنی کی بڑی ہمشیرہ کا مورخہ ۱۹؍جنوری ۲۰۱۹ء کو بعمر ستر سال بمقام پڑنہ، کرشنا، آندھراپردیش انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ صوم وصلاۃ کی پابند اور تقویٰ شعار تھیں، پسماندگان میں پانچ بیٹے، چار بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں ہیں۔ چھوٹے بیٹے عبدالشکور عمری عالم دین ہیں اور جماعہ البر پڑنہ میں درس وتدریس کی ذمہ داری نبھارہے ہیں۔بہن کے انتقال پر ڈاکٹر صاحب کو کافی صدمہ پہنچا ہے۔ان کے انتقال پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی ودیگر ذمہ داران وکارکنان نے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہےاور پسماندگان خصوصا ڈاکٹر سعید احمد عمری سے قلبی تعزیت کی ہے۔اوردعا گو ہیں کہ بارالہ ان کی مغفرت فرما اوران کو جنت الفردوس کا مکین بنا اور پسماندگان کو صبروسلوان کی توفیق ارزانی فرما۔آمین

(۲)مولانا نورالہدیٰ مدنی کے والد محترم جناب محمد الیاس صاحب کا انتقال پرملال

دہلی:۲۴؍جنوری ۲۰۱۹ء: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان کے مطابق مولانا نورالہدیٰ سلفی کے والد گرامی اورپچھمی نگر، بلرامپور یوپی کی معزز ومعمر اور نیک دل شخصیت جناب محمد الیاس صاحب کا مورخہ ۲۲؍جنوری ۲۰۱۹ء کو بوقت گیارہ بجے بعمر تقریباسوسال انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔اگلے دن مورخہ ۲۳؍جنوری ۲۰۱۹ء کو بعد نماز ظہر تدفین عمل میں آئی۔ پسماندگان میں اہلیہ، چار بیٹے، محمد عمر، محمد اسلم، ڈاکٹر محمود اور مولانا نورالہدیٰ مدنی اور تین بیٹیاں اور درجنوں پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ بڑے بیٹے محمد عمر گاؤں میں قوم کے بچوں کو تعلیم وتربیت سے آراستہ کررہے ہیں۔ محمد اسلم کاشتکار ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد دھولپور میں راجستھان میں محکمہ صحت سے وابستہ ہیں جبکہ چھوٹے صاحبزادے مولانا نورالہدیٰ مدنی سعودی ایمبیسی نئی دہلی میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مرحوم صوم وصلوۃ کے پابند اور بلند اخلاق وکردار کے مالک تھے۔اوردینی وجماعتی کاز سے دلچسپی رکھتے تھے۔مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی، ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی اور ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز ودیگر ذمہ داران وکارکنان نے ان کی موت پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہےاور پسماندگان خصوصا مولانا نورالہدیٰ مدنی سے قلبی تعزیت کی ہےاوردعا گو ہیں کہ بارالہ ان کی مغفرت فرما اور جنت الفردوس کا مکین بنا اور پسماندگان کو صبرجمیل کی توفیق عنایت فرما۔آمین

(۳)عظیم آئین کی پاسداری وپیروی اورمہان بھارت کی تعمیر وترقی تمام بھارتیوں کی اہم ذمہ داری ہے/مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی اہل حدیث کمپلیکس کے المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ میں تقریب یوم جمہوریہ کا انعقاد اور پرچم کشائی

دہلی:۲۷؍جنوری: یقیناً آج کے دن ہر بھارتی خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطے میں ہو بہت شاداں وفرحاں ہے کہ اس کی زندگی کی بہاروں میں سے ایک بڑا موسم بہار ۷۰/واں یوم جمہوریہ کی شکل میں اسے نصیب ہوا ہے۔اس کے لیے میں تمام دیش واسیوں کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اس وسیع کمپلیکس میں تعلیمی وتحقیقی ادارہ المعہد العالی للتخصص فی الداسات الاسلامیہ نے دیگر بھارتیوں کی طرح یوم جمہوریہ کی تقریب سعید اور بزم جمیل منعقد کرکے یہ سندیش دیا ہےاور یاد دلایا ہے کہ اس مہان اور خوبصورت بھارت کی طرح اس کا آئین بھی مہان اور خوب صورت ہے۔سارے بھارتی جس طرح یہ جشن مناکر یادوں کو تازہ اور حوصلوں اور ولولوں کو جلا بخشتے ہیں اسی طرح ہم سب مل کر عہد کرتے ہیں کہ اس عظیم بھارت کی ایکتا اور اکھنڈتا اور اخوت وبھائی چارہ کی حفاظت اور مہان آئین کی مکمل پاسداری اور پالن کرتے رہیں گے۔ہم خوب صورت گنگا جمنی تہذیب کے مالک ہیں ۔ہم اس تہذیب کی حفاظت اور دیس کی تعمیر وترقی میں نمایاں کردار ادا کرتے رہیں گے ،تاکہ ہمارے اسلاف نے جس آزاد اور مہان بھارت کے لیے عظیم قربانیاں دی تھیں اور جو خواب دیکھا تھا وہ شرمندہ تعبیر ہوسکے۔ان خیالات کا اظہار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے کیا۔موصوف کل مورخہ ۲۶؍جنوری ۲۰۱۹ء کو اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی میں واقع المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ میں پرچم کشائی کے بعد حاضرین سے خطاب کررہے تھے۔

انہوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اس دور کا سب سے بڑا چیلنج اور سازش دہشت گردی ہے جو ہمارے پیارے دیس میں بھی گھسنا چاہتی ہے۔آیئے ہم عزم کریں کہ ہم اعلی اخلاقی قدروں اور سماجی برتری برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے مذاہب پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور امن وقانون کی پیروی کرتے ہوئے دہشت گردی اور تشدد کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے تاکہ اس ناپاک ناسور کا نام ونشان تک باقی نہ رہے۔

اس موقعے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی نے بھی خطاب کیا اور کہا کہ آج تمام ہندستانیوں کے لیے بڑی خوشی کا دن ہے۔ہم ہر یوم جمہوریہ اور یوم آزادی کے موقعے پر تقریب منعقد کرکے یہ پیغام عام کرتے ہیں ہمیں وطن سے محبت ہےاور ہم دل سے گاتے ہیں کہ

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

اس تقریب یوم جمہوریہ میں پرچم کشائی کے بعد قومی ترانہ گایا گیا۔اس موقع پر مولانا

عرفان شاکر ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی، ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی کے علاوہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ کے طلبہ، اساتذہ اور کارکنان و دیگر حضرات بھی موجود تھے۔

(۴) معروف عالم دین استاذ الاساتذہ مولانا ڈاکٹر جلال الدین رحمانی کا انتقال

دہلی: ۲۸/جنوری ۲۰۱۹ء: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے معروف عالم دین، استاذ الاساتذہ مولانا ڈاکٹر جلال الدین رحمانی صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اوران کی موت کو علمی دنیا کا بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی کتاب وسنت کی تعلیم وتدریس اور نشر واشاعت کے لئے وقف کردی تھی۔ وہ ایک جید عالم دین اور کامیاب داعي و مصلح تھے۔

پریس ریلیز کے مطابق مولانا کی پیدائش یکم جولائی ۱۹۳۴ء کو موضع موتی پور، نوگڑھ ضلع سدھارتھ نگر۔ یوپی میں ہوئی تھی۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم مدرسہ دارالسلام موتی پور اور مکتب اسلامیہ مہدیاں میں حاصل کی۔ پھر عربی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے دارالعلوم ششہنیاں میں داخلہ لیا، وہاں سے جامعہ دارالہدی یوسف پور، پھر وہاں سے مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ فیض عام مئو ناتھ بھنجن میں داخلہ لیا۔ فضیلت کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جامعہ رحمانیہ مدنپورہ بنارس کا قصد کیا جہاں جملہ علوم وفنون کی تکمیل کر کے سند اجازہ حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا نذیر احمد رحمانی املوی، مولانا فضل الرحمٰن عمری، مئوی، مولانا عبدالعزیز عمری مئوی، مولانا عبدالوحید رحمانی قابل ذکر ہیں۔ فراغت کے بعد سہسوان ضلع بدایوں کے قریب ایک موضع ''بھوانی پور کھلی'' کے مدرسہ میں تدریسی خدمت انجام دی۔ اس دوران دعوتی سلسلہ کو بھی جاری رکھا۔ پھر دار الہدی یوسف ''شیو پتی نگر'' کے تعلیمی و تنظیمی امور سے جڑ گئے۔ یہاں چار سال رہے۔ پھر طب یونانی کا پانچ سالہ کورس (S.B.U.M.) طبیہ کالج علیگڑھ سے مکمل کیا اور موضع ہی کے مدرسہ ''دارالعلوم'' موتی پور میں بحیثیت ناظم مدرسہ ومدرس فریضہ کی انجام دہی میں مصروف تھے اور طبابت کے ذریعہ جڑ کر خدمت خلق انجام دیتے تھے۔ آج شب بعمر ۸۴ سال ان کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے جملہ ذمہ داران وکارکنان نے بھی مولانا کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے۔ اوران کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا گو ہیں۔

سرزمین میرٹھ میں یک شبی پروگرام: بتاریخ ۲۷/جنوری ۲۰۱۹ء بروز اتوار بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث ثمر کالونی میرٹھ میں زیر صدارت فضیلۃ الشیخ مولانا محمد ہارون سنابلی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند منعقد ہوا جس میں محمد ارکان قریشی طالب علم مدرسہ دارالحدیث مطلع العلوم خندق بازار میرٹھ نے تلاوت قرآن سے مجلس کا آغاز کیا اس کے بعد مولانا محمد امر اللہ فیضی نے رسول اللہ بشر تھے کے عنوان سے خطاب کیا۔ مولانا نعیم مبارک پوری نے اسلام میں انصاف کی اہمیت کے موضوع پر روشنی ڈالی۔ مولانا محمد عامر ریاضی نے شرک کی مختلف اقسام اوراس کی قباحتیں پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد سوالات اور جوابات کی محفل منعقد ہوئی جس میں علماء نے مدلل جوابات دیے۔ اخیر میں ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مولانا محمد ہارون سنابلی صاحب نے اتباع رسول کے عنوان سے بلیغ خطاب فرمایا۔ پروگرام میں میرٹھ شہر کی مختلف مساجد کے ائمہ، شہر اور شہر سے باہر کے کثیر تعداد میں عوام نے شرکت فرمائی۔ (محمد شمشاد خان، متولی مسجد اہل حدیث ثمر کالونی میرٹھ)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کے زیر اہتمام اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر نگرانی ائمہ مساجد کے تربیتی وانسداد دھشت گردی سیمینار میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی کی شرکت: بتاریخ ۱۳/جنوری ۲۰۱۹ء بروز اتوار صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کے زیر اہتمام اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر نگرانی صوبہ کے ائمہ مساجد کا تربیتی وانسداد دہشت گردی سیمینار منعقد ہوا جس کی صدارت صوبہ کے امیر ڈاکٹر عیسیٰ خاں انیس نے کی۔ بطور مہمان خصوصی مولانا محمد ہارون سنابلی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند شریک ہوئے۔ اس سیمینار میں جامعہ ابوبکر صدیق الاسلامیہ کے مدیر مولانا اظہر مدنی نے بھی شرکت کی۔ مہمان خصوصی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ دہشت گردی کے لئے اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام ایک امن پسند مذہب ہے اور جو دہشت گرد ہے وہ مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ اس اہم پروگرام میں ہمارے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ کی شرکت یقینی تھی لیکن ان کے عزیزِ قریب رشتہ دار کے اچانک انتقال کی وجہ سے آپ شرکت سے معذور رہے، ان کی نیک دعائیں اور خواہشات آپ کے ساتھ ہیں۔ مولانا اظہر مدنی نے دعوت وتبلیغ کی منصوبہ بندی پر نہایت بلیغ خطاب فرمایا اور کہا کہ حقیقی مبلغ وداعی ہی انسانیت کا حقیقی خیر خواہ اور امن کا علمبردار ہوتا ہے اور امن وشانتی کا قیام وفروغ ہی اس کا مطمح نظر ہوتا ہے تاکہ انسان اپنے رب کی خوشنودی کی خاطر اس کے بندوں کے لیے رحمت وخیر ثابت ہو اور دنیا وآخرت میں سرخرو ہوجائے۔ صوبہ کے امیر ڈاکٹر عیسیٰ خان انیس نے دہشت گردی وسماجی برائیوں پر بولتے ہوئے اماموں سے اپیل کی کہ اگر آپ حضرات جمعیت کے ساتھ اپنا بھرپور تعاون پیش کریں تو سماجی برائیوں پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن سلفی ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ نے کہا کہ صوبائی جمعیت پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ برائیوں کے خاتمے کے لئے میدان میں اترنا چاہتی ہے۔ ائمہ حضرات ہمارا بھرپور ساتھ دیں۔ مولانا محمد عمران سنابلی نے ائمہ ودعاۃ کا مقام ومرتبہ قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت بلیغ انداز میں پیش کیا۔ سیمینار کی نظامت کے فرائض مولانا محمد مشتاق ندوی نے انجام دیئے جبکہ ای ٹی وی کے ذریعہ رپورٹنگ جناب سفیان سنابلی نے پیش کی۔ نیز ہندی اخبارات کے رپورٹر بھی موجود رہے۔ سیمینار میں صوبہ ہریانہ کے علاوہ راجستھان کے اضلاع الور وبھرت پور نیز یوپی کے ضلع متھرا سے بھی ائمہ کرام شریک ہوئے۔ تقریباً ایک سو اماموں کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے اسلامی کتابیں، تفسیر قرآن اور صوبائی جمعیت کی طرف سے ایک ایک کمبل بطور ہدیہ پیش کئے گئے نیز اسٹیج پر تشریف فرما تمام حضرات کو گاؤں شکراوہ کی طرف سے ایک ایک شال اڑھا کر عزت افزائی کی گئی۔ اس موقع پر صوبائی جمعیت کے خازن حاجی سعید احمد کے علاوہ حافظ محمد داؤد، مولانا محمد اکبر، حاجی عبدالرشید، حاجی شہاب الدین، مولانا خورشید عالم، مولانا شمس الدین ندوی، مولانا عطاء اللہ، مولانا حبیب الرحمٰن، حاجی محمد یعقوب چودھری حسین جی، جناب حاجی محمد احمد انجینئر، وعلاقہ کے معزز حضرات شریک سیمینار رہے۔ (عبدالرحمٰن سلفی، ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ) ☆☆